

اللَّهُ

وَجَعَلُوا اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ ۝

”اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا

جُڑ بٹھہر دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکر ہے۔“

نظریہ توحید و جودی

اور

ڈاکٹر اسرار احمد



از

شیخ الحدیث ابو زکریا عبدالسلام رستمی رحمۃ اللہ علیہ ابو محمد شیخ امین اللہ البشاوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث ابو عمر عبدالعزیز النورستانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث ارشاد الحق الاثری رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر اسرار صاحب کا

نظریہ توحید الوجودی

اور اس کا شرعی حکم

اعداد

ڈاکٹر سید شفیق الرحمن

ناشر

منبر التوحید والسنة

40/A نور الحق کالونی، بہاول پور

نام رسالہ	ڈاکٹر اسرار صاحب کا نظریہ توحید الوجودی اور اس کا شرعی حکم
تفصیلی مقالہ	شیخ الحدیث ابو عمر عبدالعزیز النورستانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	ابو محمد شیخ امین اللہ البشاوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
مختصر فتویٰ	شیخ الحدیث ابو زکریا عبدالسلام رستمی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
تائید:	شیخ الحدیث ارشاد الحق الاثری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	شیخ الحدیث رفیق الاثری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ، نائب شیخ الحدیث اللہ یار <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	شیخ الحدیث حافظ محمد شریف <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	شیخ الحدیث عبدالرحمن شاہین <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
تعداد	1000
قیمت	

ابتدائیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت اور اجنبیت کی حالت میں ہوئی پھر ویسی حالت طاری ہو جائے گی۔ پس خوشخبری ہے غریب اور اجنبی لوگوں کے لیے۔ ① چنانچہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی تو یہ اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے اجنبی تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پورے معاشرے میں اجنبی بن کر رہ گئے تھے۔ آج اسلام بعینہ اسی مقام پر آن کھڑا ہے۔ آسمانی اسلام کی بجائے مسلمانوں کی اکثریت کے اندر اسلام کی عوامی تعبیر کا سکھ چلتا ہے، کتاب و سنت سے ہمارا رشتہ ٹوٹ چکا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت غیر اسلامی نظریات کے بلے تلے دفن ہو چکی ہے۔ توحید اسلام کا بنیادی اور اہم ترین عقیدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور احکامات میں ہر طرح کی شراکت سے مبرا ہے۔ آج اسلام کے دعویداروں کی اکثریت توحید باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک و کفر میں مبتلا ہو چکی ہے۔ شرک و کفر پھیلنے کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ محی الدین ابن عربی کا فلسفہ وحدۃ الوجود ہے۔ اس کی وجہ سے اسلام میں الحاد کے دروازے کھلے، کشف و کرامات کے بے سند واقعات نے اسلام کی بنیادوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ قرآن و سنت کے علم کو ”علم ظاہری“ کہہ کر علم اور علماء کا مذاق اڑایا گیا۔ طریقت کے نام پر شریعت کے مقابلے میں ایک نیا دین گھڑا گیا۔ شریعت کی تحقیر اور اسے طریقت سے کمتر سمجھنے کا رجحان عام ہوا۔ من گھڑت موضوع روایات نے نظریہ توحید میں شک پیدا کر دیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فمن اضرها على الاسلام الفرقة القائلة بوحدۃ

الوجود)) ②

”اسلام میں جتنے باطل مکاتب فکر موجود ہیں۔ ان میں سے جس نے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ وہ (ابن عربی کا نظریہ) وحدۃ الوجود ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ان اجنبی لوگوں کو خوشخبری دی ہے جو کفر و شرک کی آندھیوں کے تھپیڑوں میں کلمہ توحید کو بلند کریں گے اور الحمد للہ علمائے کرام ہر دور میں ان باطل نظریات کا رد کرتے آئے ہیں خصوصاً جب امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہونہار شاگرد امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ ابن عربی کی شخصیت بہت سے علماء کے لیے فتنے کا باعث بنی ہوئی ہے اور انہوں نے وحدۃ الوجود جیسے کفر کو ابن عربی کی وجہ سے قبول کر لیا ہے تو انہوں نے نہ صرف وحدۃ الوجود کا رد کیا بلکہ ابن عربی کو بھی گمراہ ثابت کیا۔ یہی طرز عمل شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم منہج علماء کا ہے۔

افسوس اس بات پر ہے کہ پاک و ہند میں بہت سے توحید کے دعویدار بھی وحدۃ الوجود کے کفر میں ملوث ہیں۔ سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا اثر ابن عربی کے زمانہ کے بعد اتنا ہر گیر بلکہ عالم گیر تھا کہ کہا جاسکتا ہے کہ صوفیہ، فلاسفہ اور شعراء میں نوے فیصد اس کے قائل یا اس سے مرعوب ہو کر اس کے ہم نوا بن گئے ہیں۔“ ❶

تصوف کے شرکیہ عقائد کو اس لیے بھی اسلامی سمجھا گیا کہ ان کی نسبت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو یہاں مشاہیر امت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ان مشرکانہ نظریات کو اگر ان ہستیوں سے علیحدہ کر دیا جائے تو یہاں ان نظریات کا انکار کرنے والوں کی کمی نہیں ہے مگر جو نہی یہ نظریات ان شخصیات کے نام سے سامنے آتے ہیں تو کئی ایک توحید کے دعویدار بھی انتہائی بودی تاویلات کا سہارا لے کر ان باطل نظریات کی تائید کرنا شروع کر دیتے ہیں لہذا آج ان نظریات کے خلاف قلمی جہاد کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تاکہ وہ لوگ جو ان مشاہیر کے شاندار اسلامی کارناموں کی وجہ سے ان سے وابستگی کو شجر سلف سے پیوستگی گردانتے

ہوئے انہیں مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیتے ہیں باخبر ہو جائیں کہ ان کی آڑ لے کر شرک معاشرہ میں بہت سوں کو گمراہ کر چکا ہے۔ لہذا جب تک علمی حقائق کے ساتھ وحدۃ الوجود کو منہدم نہ کیا جائے عصر حاضر میں نظریہ توحید کا اچھی طرح تحفظ نہیں ہو سکتا۔

اسی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت میں نے ڈاکٹر اسرار احمد (جو موجودہ دور میں ابن عربی کے علمی اور روحانی مقام کے زبردست قائل ہیں) کی وحدۃ الوجود پر مبنی تحریروں کو علماء حقہ کی خدمت میں بھیجا تاکہ نئی نسل اس شرکیہ نظریہ کو اپنانے سے بچ جائے جو دین کے نام پر بہت سے صوفیا میں توپا یا جا رہا ہے جبکہ کتاب و سنت کی پاکیزہ تعلیمات کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد کا قائم کردہ ادارہ انجمن خدام قرآن سندھ کراچی مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب حصہ ششم شائع کر رہا ہے جس میں وحدۃ الوجود کے شرکیہ عقیدہ کا کھل کر اظہار ہے اسی طرح اسرار صاحب کی سورۃ الحدید کی تفسیر کی آڈیو، ویڈیو، سی ڈی، کیسٹ اور کتاب کی تشہیر و اشاعت مکتبہ خدام القرآن لاہور کر رہا ہے۔ جس میں وحدۃ الوجود کا کفریہ عقیدہ موجود ہے۔

الحمد للہ علمائے کرام نے ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریرات کا خوب رد کیا۔ اور ڈاکٹر اسرار کے اس نظریہ کو بے نقاب کر کے ثابت کیا کہ کتاب و سنت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس عقیدہ کو ماننے والے اللہ کے حضور توبہ کریں اور توحید کے تصور سے آشنا ہو کر اپنی عاقبت کو سنواریں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ 17 نومبر 2008 بروز پیر کو ہماری طرف سے کچھ دوست ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیٹے عاکف سعید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علمائے کرام کے یہ جوابات ڈاکٹر صاحب کے بیٹے کے حوالے کر دیئے تاکہ وہ اس تحریر کو احسن انداز سے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کریں۔ شاید کہ وہ رجوع فرما کر اپنے لئے اور اپنے ان ساتھیوں کے لئے جو ان نظریات کو صرف ڈاکٹر صاحب کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے باطل نہیں کہہ پاتے، بھلائی و مغفرت کا سبب بنیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کی دعوت عمومی طور پر

قرآن نہی اور توحید کی دعوت ہی تھی اور بہت سے مسلمانوں کو اس دعوت نے شرک و بدعت و خرافات سے توحید کی طرف نکالا اسلئے ان کے ساتھی جن میں صالحین کی کثرت ہے اور وہ خود اس بات کے سب سے زیادہ مستحق نظر آئے کہ ان کو اس انتہائی ہلاکت خیز نظریہ سے خبردار کر دیا جائے۔ خاص کر جب اسے تنظیم اسلامی کے نصاب میں بھی شامل کر دیا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی سورۃ الحدید کی تفسیر میں بھی شرح و بسط اس کا بیان موجود ہے۔ پھر شخصیت کی محبت و تعظیم ان میں سے کئی ایک کو اس عقیدہ کو شرک قرار دینے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر وہ اسے شرک مان بھی لیتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر صاحب کا فلسفہ ہے عقیدہ نہیں۔ ہم نے تقریباً ایک سال انتظار کیا اور ڈاکٹر صاحب کے رجوع کرنے کی دعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آن پہنچا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

میرا سوالنامہ اور علمائے کرام کے جوابات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ابن عربی اور ان سے متاثر قائلین وحدۃ الوجود کی تحریرات اتنی بدنام ہو جائیں کہ کسی سلیم الفطرت کا ان کتب سے متاثر ہو کر گمراہ ہونے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے۔ آمین یا رب العالمین۔

ڈاکٹر سید شفیق الرحمن



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

توحید و جود کی متعلق علمائے اہل سنت سے ایک سوال

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله
محترم و مکرم جناب علمائے کرام حفظہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پاکستان کے معروف مفسر قرآن ہیں۔ مسلمانوں کا ایک بڑا
حلقہ ان کے دروس قرآن سے مستفید ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الحدید کی تفسیر بیان
کی اور ان کے ساتھی حافظ خالد محمود خضر صاحب نے کیسٹوں کی مدد سے اس تفسیر کو شائع کیا
اور شائع شدہ تفسیر ”اُمُّ الْمُسَبِّحَاتِ یعنی سورۃ الحدید کی مختصر تشریح“ (از: ڈاکٹر اسرار احمد۔
مرتب: حافظ خالد محمود خضر۔ مکتبہ خدام القرآن لاہور، 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور، فون:
03-5869501۔ طبع اول جون 2005) کی تقدیم خود ڈاکٹر اسرار صاحب نے کی۔ انہوں
نے سورۃ الحدید کی تفسیر میں ”هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ“ کی تشریح کرتے
ہوئے جہاں کائنات کے عین اللہ ہونے کی نفی کی وہیں اس کائنات کے غیر اللہ ہونے کا بھی
انکار کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماہیت کے اعتبار سے خنزیر، کتا، ابلیس اور فرعون تک کے
غیر اللہ ہونے کی (معاذ اللہ) نفی ہوگئی۔ ابن عربی کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار صاحب نے
اس نظریہ کو قبول کیا اور خود ہی ان مسئلوں کو مشکل ترین قرار دیا اور یہ اجازت دی کہ آپ
چاہیں تو توحید و جود اور وحدت الوجود کو دماغ کا خلل قرار دیں لیکن اسے کفر و شرک نہ
کہیں۔ (ص: 61)

گزارش ہے کہ آپ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمائیے کہ کیا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
کا بیان کردہ فلسفہ، کفر و شرک ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

خالق اور مخلوق یعنی کائنات میں باہم نسبت کیا ہے؟ اس فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب درج ذیل نظریات کا رد کرتے ہیں:

- ۱۔ ہندو فلاسفی جو خالق اور مادہ دونوں کو قدیم مانتے ہیں۔
 - ۲۔ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ، مادہ اور روح تینوں کو قدیم مانتے ہیں۔
 - ۳۔ کچھ لوگوں نے یہ ربط یوں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کائنات کا روپ دھار لیا ہے جیسے برف پگھل جائے تو پانی بن جاتا ہے، چنانچہ اس نظریے کی رو سے یہ کائنات ہی خدا ہے۔ اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا یہ ہمہ اوست کا نظریہ ہے۔ (صفحہ: ۵۲)
- ان فلسفوں کو رد کرنے کے بعد انہوں نے ”توحید وجودی“ کا نظریہ پیش کیا۔ ڈاکٹر اسرار نے توحید وجودی سمجھانے کے لئے جو کچھ بیان کیا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

اس کی بہترین تعبیر مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ”الدین القیم“ میں کی ہے:

”خالق اور مخلوق میں نسبت کو یوں سمجھئے کہ کسی شے کا تصور اپنے ذہن میں قائم کیجیے۔ فرض کیجیے آپ نے تاج محل دیکھا ہے۔ اب آپ تاج محل کا تصور اپنے ذہن میں لائیے۔ آپ کے ذہن میں یہ تصور آپ کی توجہ سے قائم ہے۔ جب تک آپ کی توجہ مذکور رہے گی۔ یہ تصور ذہن میں رہے گا۔ جیسے ہی توجہ ہٹے گی اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔ وہ ختم ہو جائے گا۔ یہ جو آپ کی ذہنی تخلیق ہے آپ ہی اس کے نیچے بھی ہیں، اوپر بھی، اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ اس کا اپنا تو کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ وجود تو درحقیقت آپ کا ہے۔ یہ آپ کا ایک تصور ہے جو آپ نے اپنے ذہن کے اندر تخلیق کیا ہے۔ بالکل یہی تعلق ہے اس کائنات اور خالق کا۔ یہ کائنات کوئی علیحدہ شے نہیں ہے گویا اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔“

اب اسی توحید وجودی کی ایک اور تعبیر شیخ احمد سرہندی نے کی کہ یہ کائنات ہمیں نظر تو

آ رہی ہے لیکن حقیقت میں اس کا وجود نہیں ہے۔ وجود ایک ہی ہے وہ اللہ کا وجود ہے۔ انہوں نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ آپ ایک لکڑی لے کر اس کے ایک سرے پر کوئی کپڑا باندھ دیں اور مٹی کا تیل ڈال کر دیا سلائی سے آگ لگا دیں تو اب ایک مشعل آپ کے ہاتھ میں ہے اسے ایک دائرے میں تیزی سے حرکت دیجئے تو دیکھنے والے کو ایک آتش دائرہ نظر آئے گا۔ جب کہ دائرے کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔

ہر چند کہیں کہ ہے ، نہیں ہے
وجود تو صرف اس ایک شعلہ جوالہ کا ہے، باقی حرکت کی وجہ سے بہت کچھ نظر آ رہا ہے
جوفی الواقع موجود نہیں۔ اسی کو کہا گیا ہے۔

کل مافی الکون وہم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال
یعنی اس کائنات میں جو کچھ نظر آ رہا ہے، یہ حقیقی نہیں ہے، اس کی حقیقت تو بس وہم اور خیال کی ہے یا بس اتنی ہی ہے جیسے سائے ہوتے ہیں یا جیسے آئینہ میں عکس ہوتا ہے۔
وجود تو اس شے کا ہے جس کا عکس ہے۔ خود عکس کا کوئی وجود نہیں تو حقیقی وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہ نظریہ وحدت الشہود ہے۔ اس میں یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ کائنات جو نظر آ رہی ہے حقیقی وجود کی حامل نہیں بقول غالب:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے
توحید وجودی کی ایک دوسری تعبیر بھی ہے جو ابن عربی نے کی ہے اور یہ بہت زیادہ دقیق تعبیر ہے اس لیے کہ Pantheism اور ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود میں بہت باریک فرق ہے جسے عام انسان کے لیے ملحوظ رکھنا آسان نہیں ہے۔ ابن عربی کا نظریہ یہ ہے کہ خالق اور کائنات کا وجود تو ایک ہی ہے۔ ماہیت کے اعتبار سے کائنات عین وجود باری تعالیٰ ہے۔ لیکن جہاں تعین ہو جاتا ہے وہاں وہ غیر ہو جاتا ہے۔

شیخ احمد سرہندی گیارہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم ہیں۔ جبکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بارہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم ہیں۔ ان کے مابین قریباً ایک سو سال کا فرق ہے شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس ضمن میں جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود اور شیخ احمد سرہندی کے نظریہ وحدت الشہود کے مابین صرف تعبیر کا فرق ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اور اسے خود شاہ صاحب نے توحید وجودی سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی وجود حقیقی ایک ہی ہے اور وہ اللہ کا ہے لیکن جہاں کسی شے کا علیحدہ تشخص ہو گیا وہ اللہ کا غیر ہے، وہ خدا نہیں ہے۔ تاہم ماہیت وجود خالق اور مخلوق کے درمیان ایک مشترک قدر کی حیثیت رکھتی ہے یہ ہے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا نظریہ جسے شاہ ولی اللہ نے ”توحید وجودی“ سے تعبیر کیا ہے اور اسی کی تعبیر لا معبود الا اللہ اور بلند تر سطح پر لا مقصود الا اللہ، لا مطلوب الا اللہ اور لا محبوب الا اللہ ہے مزید اوپر جا کر اسی کی تعبیر لا موجود الا اللہ سے کی جاتی ہے یعنی اللہ کے سوا وجود حقیقی اور کسی کا نہیں، وجود حقیقی صرف اللہ کا ہے البتہ جیسے سمندر کے اوپر بننے والی لہریں اگرچہ الگ نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت وہ سمندر ہی کا حصہ ہیں اسی طرح وجود بسیط خالق اور مخلوق کے درمیان مشترک ہے البتہ جب کوئی وجود معین ہو کر کوئی شکل اختیار کر لیتا ہے تو وہ خالق کا غیر ہو جاتا ہے یہاں سے یہ شے ہمہ اوست سے الگ ہو جاتی ہے۔ (صفحہ: ۵۵)

اس کے بعد ڈاکٹر اسرار صاحب وحدت الوجود کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

”شیخ ابن عربی کے بارے میں میں عرض کر چکا ہوں کہ جہاں تک حقیقت و ماہیت وجود کے بارے میں ان کی رائے کا تعلق ہے میں اس سے متفق ہوں اور میرا مسلک بھی وہی ہے۔“ (صفحہ: ۹۱)

یہ سلسلہ کون و مکان اللہ تعالیٰ کے ایک امر ”کُن“ کا ظہور ہے ”کُن“ کیا ہے؟ کلام ہے، کلمہ ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے گویا کہ حرف ”کُن“ اللہ کی صفت ہے اور صفت

کے بارے میں متکلمین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ”لا عین ولا غیر“ اس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ کائنات نہ اللہ کا عین ہے اور نہ غیر ہے۔ اور یہی بات ہے جو شیخ ابن عربی کہہ رہے ہیں: من وجہ عین ومن وجہ آخر غیر کہ ایک اعتبار سے یہ عین ہیں اور ایک اعتبار سے غیر ہیں۔ ماہیت وجود میں اتحاد ہے لیکن جہاں بھی تعین ہوگا اور مختلف چیزوں کا وجود مان لیا جائے گا تو وہ اللہ کا غیر ہے۔ یہی مسلک ابن عربی کا ہے اور اس مسئلہ میں میری یہی توجیہ ہے۔ (صفحہ: ۹۴)

پھر لکھتے ہیں: لیکن جو حقیقت ہے وہ ہمہ اوست کی وہ تعبیر ہے جو خود شیخ ابن عربی نے کی ہے یعنی وحدت الوجود۔ ہمہ اوست اور وحدت الوجود کے درمیان ایک باریک فرق ہے جو اگر ملحوظ نہ رہے تو بڑا خطرہ ہے۔ ذرا سی اگر بے احتیاطی ہو جائے تو انسان کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے چنانچہ یہ راستہ بہت خطرناک ہے۔ اور ویسے بھی اول تو اس حد تک رسائی بہت کم لوگوں کی ہوتی ہے پھر اگر کوئی پہنچ بھی جائے تو اسے یہ احساس ہضم کرنا بہت مشکل ہے۔

مجھے سلطان باہو کا وہ مصرعہ یاد آ رہا ہے کہ:

جان مہلن تے آئی ہو!

واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنے اندر ایک ایسی کیفیت محسوس کرتا ہے کہ اس کو ضبط میں لے آنا اور اپنی شخصیت کو اپنے مقام پر برقرار رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ پھر یا تو وہ ہوگا جو منصور الحلاج اور سرمد کے ساتھ ہوا تھا کہ انہوں نے انا الحق کا نعرہ لگا دیا یا ایک اور بڑی پیاری کیفیت (کا طاری ہرما) ہے جس کا شیخ سعدی نے بڑے خوبصورت الفاظ میں ذکر کیا ہے:

آن را کہ خبر شد خبرش نیامد

”کہ جو شخص یہاں تک پہنچ گیا تو پھر اُس کی خبر نہیں۔“

یعنی پھر وہ خاموش ہو جائے گا کیونکہ زبان کھولنے میں خطرہ ہے، اندیشہ ہے۔ (صفحہ: ۸۰)

اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ اللہ کی خاطر دین حقہ کی وضاحت کرتے ہوئے رہنمائی کیجیے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے مناظر احسن گیلانی، شیخ احمد سرہندی، ابن عربی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے جو کچھ لکھا اور وحدت الوجود کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے اپنا جو موقف بیان کیا ہے کیا وہ فلسفہ کفر و شرک ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر اسرار صاحب اس تفسیر میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منبر پر کھڑے تقریر کر رہے تھے اور ان لوگوں کی نفی کرتے ہوئے ایک ایک سیڑھی کر کے نیچے اترے اور کہا کہ اللہ ایسے اترتا ہے جیسے میں اتر اہوں۔ کیا واقعی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف تھا تو انہوں نے کس کتاب میں اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا؟

جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

العبد العاجز

ڈاکٹر سید شفیق الرحمن



توحید و جودی صریح الحاد، قبیح کفر اور رب تعالیٰ کا انکار ہے

فضیلۃ الشیخ ابو عمر عبدالعزیز النورستانی رحمۃ اللہ علیہ

09-07-2008ھ ۱۴۲۹/۷/۶

مدیر جامعۃ الاثریہ

محله میاں داد انقلاب روڈ چمکنی، پشاور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذى استوى على عرشه بائن عن خلقه و مع عباده بعلمه
﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ (السجده: ٥)

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شورى: ١١)

والصلاة والسلام على من دعا ربه ((اللهم انت الاول فليس قبلك
شيئى وانت الآخر فليس بعدك شيئى وانت الظاهر فليس فوقك شيئى
وانت الباطن فليس دونك شيئى اقض عنى الدين و اغنى من الفقر))
(صحيح مسلم: كتاب الذكر والدعا باب الدعا عند النوم ٦٨٨٩)

وعلى اله وصحبه الذين اجمعوا على معنى ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾
ونحوه من الآيات القرآنية ان ذلك علمه وان الله فوق السموات بذاته
مستوعلى عرشه كيف شاء (٤) اما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو قرآن و سنت کی اصطلاحات عطاء فرما کر متکلمین، فلاسفہ و
محدین وغیرہ کی اصطلاحات سے بے نیاز فرما دیا ہے لہذا سلف صالحین اور ائمہ ان لوگوں میں
سے نہیں کہ اپنی طرف سے اصطلاحات بنا کر نصوص قرآنی اور احادیث کو ان اصطلاحات
بدعیہ کا تابع بنائیں، بلکہ انہوں نے قرآن و سنت پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سنت کو ہی عقل
صریح کے موافق سمجھا لہذا انہوں نے ہر اس لفظ کو اپنایا جو کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء
، صفات، افعال اور وجود کے بارے میں وارد تھا خواہ اثبات میں ہو یا نفی میں اور اُس طریقے
کو (جو قرآن و سنت لیکر آئے تھے) ہی عقل صریح اور نقل صحیح سمجھا اور یہی انبیاء و مرسلین کا
طریقہ ہے۔

لہذا جو اصطلاحات، تعبیرات، معتقدات و نظریات قرآن اور سنت نبوی سے ٹکراتے
ہوں وہ درجہ بدرجہ ضلالت، گمراہی، شرک اور کفر ہیں۔

وحدۃ الوجود یا توحید وجودی کی تعبیر جو بھی جیسے بھی جس بھی خوبصورت اور بہتر سے بہتر طریقے سے کرے وہ کفر اور زندہ ہی ہے، باطل ہی باطل ہے، چاہے جتنی بھی اسکی بہتر اور مختلف انداز سے تعبیر کی جائے خواہ وہ نظریہ و عقیدہ اور تعبیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ہو یا مناظر احسن گیلانی صاحب کا یا شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہو یا ابن عربی و ابن سبعین و تلمسانی کا ہو کیونکہ سب کا منبع اور مقصود ایک ہی ہے:

((عبارتنا شتی و حسنک واحد))

”ہمارے پیرائے مختلف لیکن مقصود تیرا ہی بیان ہے۔“

دکٹر خلیل ہراس قائلین وحدۃ الوجود کے وحدۃ الوجود پر اتفاق اور وحدۃ الوجود کی تعبیر پر اختلاف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

((ومهما یکن من فرق بین هذه الاقوال الثلاثة فهی مقاربة

جدا لان جوهرها واحد))^①

”ان تینوں اقوال میں جتنا بھی فرق کر لیا جائے پھر بھی یہ ایک دوسرے کے

بہت زیادہ قریب ہیں کیونکہ ان کی جوہری حقیقت ایک ہی ہے۔“

قرآن و سنت سے توحید کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں اور علماء اہل السنۃ والجماعۃ بھی انہی تینوں کو بیان کرتے ہیں جو کہ (۱) توحید ربوبیت، (۲) توحید الوہیت اور (۳) توحید فی الاسماء والصفات ہیں۔ توحید وجودی کا ذکر قرآن و سنت میں نہ صراحت ہے اور نہ ہی اشارۃ و دلالت۔ صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی نے توحید وجودی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس کو آپ توحید وجودی کہو یا توحید کفری یا شرکی جو نام بھی رکھو وہ باطل ہے توحید نہیں ہے۔ کیونکہ توحید وہ ہے جس کو انبیاء و مرسلین نے بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ شعراء میں چند انبیاء کا ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی اپنی قوم کو یوں کہتے:

﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾

(الشعراء: ۱۰۷-۱۰۶)

”میں تمہاری طرف ایک امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، پس اللہ تعالیٰ سے

ڈر جاؤ اور میری فرمانبرداری کرو۔“

اس کی تفسیر مفسرین یوں کرتے ہیں:

((فاتقوا اللہ بطاعته و عبادته ، واطيعون ، فيما أمر کم به من

الایمان والتوحید .))^①

”اللہ کی عبادت و اطاعت کے ساتھ اس سے ڈرو اور ایمان و توحید کے متعلق جو

میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔“

معلوم ہوا کہ توحید وہی ہے جو اللہ نے بذریعہ انبیاء و مرسلین سکھائی۔ اور جو کوئی اپنی طرف

سے ایک نظریہ اور عقیدہ بنا کر اس کا نام توحید رکھے یا اس کو توحید سمجھے وہ اللہ کو منظور نہیں۔

بہر حال عقیدہ وحدۃ الوجود کو توحید و جودی کہو، شرک و جودی کہو یا کفر و جودی یہ نظریہ کفر

ہی کفر اور زندگی ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: شیخ ابن عربی کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ جہاں تک

حقیقت و ماہیت وجود کے بارے میں ان کی رائے کا تعلق ہے اُس سے متفق ہوں میرا

مسلك بھی وہی ہے۔^②

ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ آپ ابن عربی کا عقیدہ و مسلك اپناتے ہیں یا اور کسی کا ہم

بحقیقت ایک مسلمان آپ کے لئے انبیاء کا عقیدہ و نظریہ و مسلك پسند کرتے ہیں۔ اگر آپ

ابن عربی سے موافق ہیں اور آپ کا بھی وہی مسلك ہے جو ابن عربی کا تو آپ کو یہی مسلك

نصیب ہو۔

① دیکھو معالم التنذیل ۶-۱۲۱ و ابوالسعود ۶-۲۵۴ .

② سورۃ الحديد کی مختصر تشریح صفحہ: ۹۱ .

۱: ابن عربی کا عقیدہ

اب آپ ذرا ابن عربی کا عقیدہ و نظریہ پڑھیں: وہ کہتا ہے کہ کائنات کا وجود عین اللہ کا وجود ہے۔ کائنات کا وجود اللہ کے وجود سے غیر نہیں اور اللہ کے سوا قطعاً کوئی چیز موجود ہی نہیں (حتیٰ کہ جنات شیاطین، کفار، فسّاق، کتے، خنزیر، نجاسات، کفر، فسق اور نافرمانی) سب کا وجود عین وجود رب ہے۔ یہ چیزیں اللہ کی ذات سے جدا نہیں اگرچہ یہ اللہ کی مخلوق و مربوب بنے ہوئے اور اس پر قائم ہیں۔^①

ابن عربی لکھتا ہے:

((من عَرَفَ ما قَرَناه علم ان الحق المنزه هو الخلق المشبه .))^②

”جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس کو جو جان لے گا اسے معلوم ہو جائے گا وہ حق جو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے مخلوق کی صورت تشبیہ دیا گیا ہے۔“

نیز لکھتا ہے:

((واذا اعطاه الله المعرفة بالتجلي كملت معرفته بالله ..
 رأى سريان الحق فى الصور الطبيعية العنصرية ، و ما بقيت له
 صورة الا ويرى عين الحق عينها .))^③

”جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو تجلی کے ساتھ اپنی مکمل معرفت دی، (حالانکہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت دلائل و براہین سے دی تھی نہ کہ تجلی کے ساتھ) تو یہ شخص حق تعالیٰ کا عنصری طبیعت کی صورتوں میں حلول ہونا دیکھے گا، اور اللہ کے لئے کوئی صورت نہیں رہ جاتی مگر وہ اللہ کی ذات کو عین اسی طبیعت عنصری کی ذات دیکھتا ہے۔“

پھر لکھتا ہے:

① درء تعارض العقل والنقل ۶-۱۱۸، التبصرہ فی الدین ۱۱۶، الفرق بین الفرق ۳-۲۷۳-۲۷۵.

② الفصوص - ۳۲۸.

③ فصوص الحکم ۷۸.

((فان شهد النفس كان مع التمام كاملا فلا يرى الا الله في

عين كل ما يرى فيرى الرائي عين المرئ.)) ❶

”جب نفس پورے کمال کے ساتھ حاضر ہو تو وہ اللہ کے سوا کچھ نہیں دیکھتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے اس کی ذات میں دیکھنے والا عین دیکھا ہوا نظر آتا ہے۔“

نیز لکھتا ہے:

((فالعالم يعلم من عبدو في اى صورة ظهر حتى عبدوا

التفريق والكثرة كالاغضاء في الصورة المحسوسة وكالقوى

المعنوية في الصورة الروحانية، فما عبد غير الله في كل

معبود.)) (الفصوص)

”پس عالم اپنے معبود کو جانتا ہے جس صورت میں بھی وہ معبود ظاہر ہو بہر حال

عبادت تو اُسی کی ہوتی ہے۔ (خواہ کتے کی صورت میں ہو یا گدھی اور خنزیر

کی صورت میں کیونکہ اس کے نزدیک یہ موجودات اللہ ہی ہیں یعنی بذاتہ۔

ایک وجود کے بغیر دوسرا کوئی وجود ہی نہیں)۔ یہ الگ الگ اور کثیر جو نظر آتے

ہیں تو یہ سب صورت محسوسہ میں اعضاء اور صورت روحانیہ میں قوت معنوی کی

حیثیت رکھتے ہیں لہذا جس معبود کی بھی عبادت ہو وہ اللہ ہی کی عبادت ہے۔

(خواہ بت، جن، کتا یا خنزیر ہو۔)

اگر ڈاکٹر صاحب کو قرآن و سنت کے نظریہ اور انبیاء و مرسلین کے مسلک سے ہٹ کر

ابن عربی کا مسلک پسند ہے تو انہیں نصیب ہو!

۲: صفاتِ الہیہ کے بارے میں ڈاکٹر اسرار صاحب کا عقیدہ

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ (صفت کے بارے میں) متکلمین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ

لا عین ولا غیر ”یعنی صفات نہ عین اللہ ہیں نہ غیر“ (سورۃ الحديد کی مختصر تشریح، ص ۶۹)

ڈاکٹر صاحب نے دعویٰ تو متفقہ فیصلہ کا کیا مگر متکلمین کا تعین نہیں کیا یعنی ”متکلمین اسلامیین“ یا ”متکلمین لمحدین۔“ آئیے میں بتاتا ہوں کہ ”لا عین ولا غیر“ نہ متکلمین کا متفقہ فیصلہ ہے اور نہ ہی ”لا عین ولا غیر“ اسلامی متکلمین کا نظریہ ہے بلکہ فلاسفہ لا غیر اور کرامیہ لاعین کا مذہب رکھتے تھے۔ رمضان آفندی شرح عقائد الفتازانی میں فرماتے ہیں:

((ليست عين الذات كما ذهب اليه المعتزلة والفلاسفة، ولا

غير الذات، كما زعمت الكراميه.))^①

”یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہے جیسے معتزلہ اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ

صفات عین ذات ہیں اور نہ ہی غیر ذات ہیں جیسے کہ کرامیہ کہتے ہیں کہ صفات

غیر ذات ہیں۔“

متکلمین اسلامیین اور علماء (اہل سنت) اس چکر میں پڑتے ہی نہیں بس وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات متصف ہے تمام صفات کمال کے ساتھ، یہ صفات کمال اُس ذاتِ جلال سے منفک (جدا) نہیں ہوتیں۔

عجیب بات ہے ایک طرف ڈاکٹر صاحب ابن عربی کے عقیدے و مسلک سے چمٹے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ: ”میں اس سے متفق ہوں اور میرا مسلک بھی وہی ہے“ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح ص: ۹۱) دوسری طرف خالق و مخلوق کے درمیان برف و پانی کی مثال دینے کے ساتھ ربط و تعلق کو بیان کرنے کو شرک قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”گویا ہر شے خدا ہے اور ہر شے الوہیت کی حامل ہے، اس سے بڑا شرک اور

کیا ہوگا؟ یہ ہمہ اوست کا نظریہ ہے۔“ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح ص: ۵۲)

پھر فرماتے ہیں: ”اگر یہ کہا جائے کہ خالق و مخلوق کے درمیان ساری نسبتیں جو ہماری عقل میں آرہی ہیں یہ قابل قبول نہیں ہیں تو پھر ایک ہی وجود ماننا پڑتا ہے جو خالق کا وجود ہے۔ اس نظریہ کو ”توحید وجودی“ کہا جاتا ہے۔“ (ص: ۵۲) اسی کے لئے مولانا مناظر احسن

① الحاشیۃ لرمضان آفندی علی شرح العقائد للفتازانی (۲۲۱)۔

گیلانی، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ دہلوی، ابن عربی اندلسی کی تعبیرات ذکر کی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میرا مسلک بھی وہی ہے۔ عجیب ہے!!! نظریہ ہمہ اوست تو بڑا شرک اور نظریہ وحدۃ الوجود بڑا اسلام! فرق صرف یہ ہے کہ ہمہ اوست میں لفظ توحید نہیں اور وحدۃ الوجود کے ساتھ لفظ توحید لگا کر توحید و جودی کہہ دیا۔

۳: ہمہ اوست اور ایک وجود ماننا:

قارئین کرام: ذرا سوچئے ”ہمہ اوست“ اور ”ایک ہی وجود ماننا پڑتا ہے جو خالق کا وجود ہے“ میں کیا فرق ہے؟ ”ہمہ اوست“ کا مطلب بھی یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ہر چیز اللہ ہے۔ اور ”ایک ہی وجود ماننا پڑتا ہے جو خالق کا وجود ہے“ کا مطلب بھی یہی ہے کہ کائنات میں جو موجودات ہیں ان کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ہر موجود ہی اللہ ہے۔ نظریہ ”ہمہ اوست“ کیسے شرک؟ اور نظریہ ایک ہی وجود ماننا پڑتا ہے (وحدۃ الوجود) کیسے توحید؟ قربا شوم اللہ را ایک بام دو ہوا۔

معلوم یوں ہوتا ہے کہ ”ہمہ اوست“ کی اصطلاح ان ملحدین کی تھی جنہوں نے اسلام کا لبادہ نہیں اوڑھا اور وحدۃ الوجود کی اصطلاح ان ملحدین کی ہے جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور اسلامی عقیدہ کی تیخ کنی کی جیسے ابن عربی، ابن سبعین، عقیف تلمسانی وغیرہم۔
ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: ”یہ ہے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا نظریہ جسے شاہ ولی اللہ نے ”توحید و جودی“ سے تعبیر کیا ہے۔ اسی کی تعبیر لا معبود الا اللہ ہے۔ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح، ص: ۵۵)

یہ تعبیر درحقیقت کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے نفرت کی مظہر ہے کیونکہ ابن عربی اور ان کے ہم مسلک کی مراد لا معبود الا اللہ سے یہ ہے کہ:

((فما عبد غیر اللہ فی کل معبود .)) ①

”یعنی جس معبود کی بھی عبادت کی جائے تو وہ غیر اللہ کی عبادت نہیں بلکہ اللہ ہی

کی عبادت ہے۔“

امام برہان الدین البقاعی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کو ”لا الہ الا اللہ“ کی بجائے استعمال کرنے کے گرتاتے ہیں:

((ولعل فی هذا ما یکشف لك عن علة مقت الصوفیة لکلمة التقوی والتوحید ”لا الہ الا اللہ“ وقولہم بدلا عنہا ”لیس الا اللہ“ او ”لا هو الا هو“ وبهذا دان الغزالی وقرره فی مشکاة الانوار۔ او ”هو اللہ“ او ”هو هو“ مصرع التصوف))

(ص: ۶۲)

”ہوسکتا ہے کہ آپ کو صوفیہ کے تقویٰ اور توحید کے کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کو بُرا سمجھنے کے گر معلوم ہو جائیں کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کے بدل میں یا تو ”لیس الا اللہ“ کہتے ہیں یا ”لا هو الا هو“ اور غزالی بھی اسی کو دین سمجھتے ہیں اُس نے اس بات کو مشکاة الانوار میں ثابت کیا ہے اسی طرح ”هو اللہ“ اور ”هو هو“ بھی تصوف کے کلمے ہیں۔“

جیسے میں نے عرض کیا ابن عربی کا مقصد لا معبود الا هو سے یہ ہے کہ جس کی بھی عبادت ہو وہ اللہ ہی کی عبادت ہے کیونکہ اللہ اور غیر اللہ میں فرق نہیں کیونکہ ”ایک ہی وجود ماننا پڑتا ہے جو خالق کا وجود ہے۔“ ابن عربی اور ان کے ہم مسلک کے ہاں خالق و مخلوق میں فرق شرک ہے اور ایک وجود ماننا توحید ہے۔ ابن عربی سے کسی نے کہا کہ فصوص الحکم میں تو قرآن کی بہت مخالفت ہے۔ کہنے لگا:

((القرآن کله شرک وانما التحقیق فی کلامنا .))❶

”یعنی قرآن تو شرک سے بھرا ہے توحید کی تحقیق ہماری بات میں ہے (کہ ہم ہر چیز کو عین اللہ مان کر وحدت الوجود کے قائل ہیں)۔“

امام عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((قَاتِلَ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهِ الطَّائِفَةُ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُمْ بَرَاءٌ مِنْ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا أَظُنُّ أَحَدًا يَعْرِفُ قَوْلَهُمْ وَفِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيَسْتَرِيبُ فِي أَمْرِهِمْ وَيَعْرِفُ أَنَّهُمْ مَبَايِنُونَ الْبَدِينِ كُلَّ الْمَبَايِنَةِ“ توضیح النونیہ .)) (ص: ۱۷۷)

”اس شخص کو اللہ ہلاک کرے جو اس جماعت (ابن عربی) کو امت محمدیہ میں شمار کرتا ہے حالانکہ یہ جماعت تمام انبیاء کے دین سے بری ہے۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ کسی کو ان کا قول معلوم ہو اور اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو پھر وہ اُن کے (کفر کے) بارے میں شک کرے بلکہ وہ پہچان جائے گا کہ یہ لوگ دین سے کامل طور پر جدا ہیں۔“

۴: لا مقصود، لا مطلوب، لا محبوب إلا اللہ :

نیز ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: ”اور بلند سطح پر“ لا مقصود إلا اللہ، لا مطلوب إلا اللہ اور لا محبوب إلا اللہ۔“

ڈاکٹر صاحب نے اس کو بلند سطح اس لئے کہا کہ ان الفاظ سے قرآن کا انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے تین فوائد بار بار قرآن کریم میں بتائے ہیں: رضائے الہی، دخول جنت، نجات جہنم جبکہ ”لا مقصود إلا اللہ، لا مطلوب إلا اللہ“ میں بات یہ ہے کہ جہنم سے نہ نجات مقصد ہے اور نہ جنت مطلوب ہے بلکہ لا محبوب إلا اللہ، اگر مقصود و مطلوب ہے تو صرف ”محبوب“ ہے جو کہ اللہ ہے۔

دیکھو اس مفہوم کو شعرانی اور کی نے واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں، ”لا نعبد إلا اللہ، لا لأجل الجنة“ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن جنت لینے کے لئے نہیں۔ ❶

حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ”أَلَا يَمَانُ بَيْنَ الرَّجَاءِ

وَالْخَوْفُ“ ایمان اللہ کی رحمت کی امید اور اللہ کے عذاب سے خوف کا نام ہے، جنت اللہ کی رحمت کا مظہر ہے اور جہنم اللہ کے غضب کا جبکہ ابن عربی اور اس کی جماعت والے کہتے ہیں کہ ”لا مقصود ولا مطلوب إلا اللہ“ یعنی نہ جہنم سے نجات مقصد ہے اور نہ جنت مطلوب۔ حالانکہ یہ بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا مشہور مسئلہ ہے کہ:

((من عبد الله بالحب وحده فهو ”زندیق“ و من عبد بالرجاء وحده فهو ”مرجئی“ و من عبده بالخوف وحده فهو ”حروری“ و من عبده بدون الاخلاص فهو ”المرائی المنافق“ و من عبده بدون اتباع السنة فهو ”مبتدع راہب ضال“ و من عبده بالحب والخوف والرجاء فهو ”مؤمن موحد .)) ❶

”یعنی جس نے صرف محبت کی بناء پر اللہ کی عبادت کی وہ زندیق ہے۔ اور جس نے صرف امید کی بناء پر عبادت کی تو وہ مرجئی ہے۔ اور جس نے صرف خوف کی بناء پر عبادت کی تو حروری خارجی ہے اور جس نے بغیر اخلاص کے عبادت کی تو وہ ریا کار منافق ہے۔ اور جس نے سنت نبوی کے بغیر عبادت کی تو وہ بدعتی گمراہ صوفی ہے۔ اور جس نے محبت، خوف اور امید کی بناء پر عبادت کی تو وہ مؤمن موحد ہے۔“

دیکھو اہل سنت لا مقصود الا اللہ، لا مطلوب الا اللہ اور لا محبوب الا اللہ والوں کو زندیق کہتے ہیں۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مزید اوپر جا کر اسی کی تعبیر لا موجود الا اللہ سے کی جاتی ہے۔ (سورۃ الحمد کی مختصر تفسیر ص ۵۵)

مطلب یہ کہ کفر کی چوٹی (ذروۃ سنام) تک انسان ”لا موجود الا اللہ“ کے عقیدہ

سے پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ڈگری لا مقصود، لا مطلوب اور لا محبوب سے شریعت کی نگاہ میں زیادہ باطل ہے۔ کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ یہ پوری کی پوری کائنات اللہ ہے۔

ڈاکٹر شمس الدین سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لأن هذا صريح في أن السماء والأرض وما فيهما من الأجسام العظام كالجبال والأجرام والأشجار والأحجار والبحار والأنهار بل الدواب والكلاب والقردة والخنازير وآنية الخمور وآلات المزامير، وغيرها هو الله بعينه، نعوذ بالله من هذا الكفر البواح والحاد الصراح.)) ❶

لا موجود الا الله کا نظریہ اور عقیدہ اس لئے باطل ہے کہ اس نظریہ کے تحت آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے جس میں یہ بڑے بڑے پہاڑ، اجرام فلکی، درخت، پتھر، سمندر، نہریں بلکہ یہ چوپائے، کتے، بندر، خنزیر، شراب کے برتن اور آلات موسیقی وغیرہ یہ سب بعینہ اللہ ہیں، اس ننگے کفر اور صریح الحاد سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں اس کے بعد جی میں آئے تو آپ اس نظریے کو اٹھا کر پھینک دیں۔ آپ کو وہ ناقابل قبول نظر آئے تو بالکل ٹھکرا دیں۔ (سورۃ الحزب کی مختصر تشریح، ص: ۵۵)

جب کہ ڈاکٹر صاحب خود اسے ٹھکرانے اور اٹھا پھینک دینے کی اجازت دے رہے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ نظریہ درست نہیں اگر حق (درست) ہوتا تو آپ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک حق عقیدہ اور قرآن و سنت سے ثابت شدہ نظریہ اور عقیدہ و مسلک کو ٹھکرانے اور پھینک دینے کی اجازت کیسے دیتے؟ پھر اس نظریے کو پھیلانے اور اس میں اپنے اور دوسروں کی دماغ خوری کر کے وقت ضائع کرنے کرانے کی آخر کیا ضرورت؟

اللہ را!! ذرا اپنے نظریے اور مسلک پر غور فرمائیں۔

پھر فرماتے ہیں: اور جن لوگوں نے اس نظریہ کو مانا ہے ان کی توہین نہ ہو ان کے بارے میں سوء ظن نہ ہو۔ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح، ص: ۵۵)

جب ہمیں معلوم ہے کہ یہ نظریہ وحدۃ الوجود سونی صد غلط ہے اس پر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث، اجماع امت گواہ ہے تو پھر ہمیں شرعاً اس نظریہ والوں کی اہانت اور ان کے بارے میں سوء ظن جائز ہے بلکہ ہم پر فرض ہے۔ کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ اور کتے میں فرق نہیں اللہ اور خنزیر میں مغایرت نہیں تو ایسے شخص کی اہانت اور اس کے بارے میں سوء ظن کس طرح نہ رکھیں؟

۵: ڈاکٹر صاحب کے ہاں وحدت اور غیریت کا مفہوم:

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ”ایک اعتبار سے یہ عین ہیں اور ایک اعتبار سے غیر ہیں۔ ماہیت وجود میں اتحاد ہے، الخ۔ یعنی اللہ اور کائنات، افراد کائنات کے وجود کے دو اعتبار ہیں ایک مطلق وجود، دوم باعتبار ظہور۔ مطلق وجود کے اعتبار سے اللہ بھی اللہ ہے، مرد بھی اللہ ہے، بیوی بھی اللہ ہے، کتا بھی اللہ ہے، خنزیر بھی اللہ ہے لیکن ظہور کے اعتبار سے فرق ہے۔ ابن عربی فصوص الحکم میں کہتا ہے:

((فالعالم يعلم من عبد و فی ای صورت ظهر حتی عبد۔ وان

التفریق والکثرة کالأعضاء المحسوسة والقوى المعنوية فی

الصورة المعنوية فما عبدَ غیر اللہ فی کل معبود .))

”عالم اپنے معبود کو جانتا ہے جس صورت میں بھی وہ معبود ظاہر ہو تو اسی کی

عبادت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جسم کے اعضاء جسم سے غیر نہیں اور

قوة نفسی، نفس سے الگ نہیں اسی طرح اگر یہ تعدد اور کثرت نظر میں آتے ہیں تو

وہ اللہ کے غیر نہیں۔“

اللہ کا وجود، مرد کا وجود، اس کی بیوی کا وجود اور جماعت کا وجود جو کہ میاں بیوی کرتے

ہیں سب ایک وجود ہیں اس میں غیر نہیں اس لئے سب ایک ہی معبود ہیں۔ اگر مرد کی صورت میں ظہور ہو تب بھی معبود اگر بیوی کی صورت میں ہو تب بھی معبود اگر جماعت کی صورت میں ظہور ہو تب بھی معبود۔ ”فما عبد غیر اللہ فی کل معبود“ سب ایک ہی ذات کے وجود ہیں یہی وحدۃ الوجود کا مطلب ہے۔ ہر چند کہے کہ اس کا مطلب ہمہ اوست نہیں یا ہر چند کہے کہ وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے درمیان ایک باریک فرق ہے، اس باریک فرق کو ابن عربی نے ”فما عبد غیر اللہ فی کل معبود“ کہہ کر مٹا دیا۔ اگر ہمہ اوست کفر و شرک ہے تو وحدۃ الوجود بطریق اولیٰ کفر و شرک ہے۔ ”فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ“ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: تو اس بارے میں خواہ مخواہ تصور پیدا ہو جاتا ہے..... الخ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح ص: ۵۷)

یہ خواہ مخواہ کا تصور شیطانی ہے اس کو ترک کرنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یأتی الشیطان أحد کم ، فيقول: من خلق کذا؟ من خلق کذا؟ حتی یقول: من خلق ربک؟ فاذا بلغه ، فليستعذ باللہ وليسته“ ”شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور تمہارے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ہے؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ آئے تو اس پر لازم ہے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔“ ①

خواہ مخواہ تصورات پیدا کرنے کی ضرورت نہیں جب اس طرح کا تصور آ جائے تو ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ کہہ کر اس تصور کو چھوڑ دو ورنہ اسی طرح وحدۃ الوجود کے گھڑے میں گر جاؤ گے۔

۶: ڈاکٹر صاحب کا اعتراف حقیقت:

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: حقیقت کی تعبیر کے لیے سادہ اور عام فہم الفاظ وہی ہوں گے جو رسول کریم ﷺ نے اختیار کئے۔ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح ص: ۵۷)

اس حقیقت کے اعتراف کے بعد اضافی نسبتوں کے طلب کرنے کی کیا ضرورت پڑی۔
انہی سادہ اور عام فہم نبوی الفاظ پر اکتفاء کیوں نہیں کیا اور فلسفیانہ موشگافیوں میں پڑ کر اپنا
ایمان خراب کیوں کیا؟۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

((اما "السلف والائمة" فلم يدخلوا طائفة من الطوائف فيما
ابتدعوه من نفى أو اثبات ، بل اعتصموا بالكتاب والسنة ،
ورأوا ذلك هو الموافق ، لصريح العقل فجعلوا كل لفظ جاء
به الكتاب والسنة من اسمائه و صفاته حقا يجب الايمان
به--- ورأوا أن الطريقة التي جاء بها القرآن هي الطريقة
الموافقة لصريح المعقول و صحيح المنقول وهي طريقة
الانبياء والمرسلين .))^①

”سلف اور ائمہ ان اصطلاحات و تعبیرات میں کسی ایسی جماعت میں داخل نہیں
ہوئے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے اثبات و نفی کے بارے میں کوئی
نظریہ اپنی طرف سے گھڑا ہو۔ بلکہ انہوں نے کتاب و سنت کو تھام لیا اور یقین کیا
کہ یہی کتاب و سنت ہی عقل صریح کے موافق ہے۔ انہوں نے ہر اس لفظ کو جو
قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے متعلق وارد تھا اس کو حق سمجھا
اور اس پر ایمان لانا واجب قرار دیا..... اور اسی طریقہ کو جو قرآن و سنت میں
وارد ہے عقل صریح اور نقل صحیح کے موافق سمجھا یہی انبیاء و مرسلین کا طریقہ
ہے۔“

اگر ہم بھی قرآن و سنت میں جو وارد ہے اسی کو حق سمجھ کر اس پر ایمان کو واجب سمجھتے تو
کسی بھی منطقی فلسفے اور موشگافیوں میں نہ پڑتے۔ ولکن للہ فی عبادہ شئون۔

ڈاکٹر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ: ”چونکہ قرآن مجید فلسفیانہ انداز اختیار کرنا نہیں

چاہتا ہے لہذا وہ الفاظ اختیار کر لئے گئے جن کو ایک عام آدمی اور ایک بدوبھی پڑھ کر گزر جائے اور اسے کوئی اشکال نہ ہو۔ اور اگر اسے زیادہ وقت ہو تو حدیث نبوی کے حوالے سے اس کی مشکل حل ہو جائے گی اور وہ بڑی سہولت کے ساتھ یہاں سے گزر جائے گا۔ (ص: ۵۸)

ڈاکٹر صاحب کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ قرآن کا جو غیر فلسفیانہ انداز ہے وہ عام فہم اور بہتر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ** ۵ ”اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔“ **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** ۵ ”اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔“

یہ بات بھی معلوم ہو کہ حدیث نبوی قرآن کی شرح ہے قرآنی مشکلات حدیث نبوی سے حل ہوتی ہیں فلسفیانہ انداز سے نہیں۔

۷: اعترافِ حقیقت کے بعد ڈاکٹر صاحب کا انکار:

اس اقرار کے بعد ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: لیکن کائنات کے اس پورے سلسلہ تخلیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ربط یہ ہے کہ وہ اس کا غیر نہیں ہے۔ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح، ص: ۵۸)

کاش ڈاکٹر صاحب نے اوپر جو حق کا اقرار کیا اس پر ٹھہر جاتے اس اقرار کو انکار سے نہ بدلتے اس کا غیر نہیں کا منطقی نتیجہ اور عکس یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔ مطلب ہوا کہ اللہ اور کائنات کے درمیان جدائی ممکن نہیں کیونکہ مغایرت کا مطلب ہی یہ ہے دونوں میں سے ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن ہو اور ایک کی دوسرے سے جدائی متصور ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کائنات سے غیر نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ عین کائنات ہے اور کائنات عین اللہ ہے، یہ تو صریح الحاد، قبیح کفر اور رب کا انکار ہے۔ یہ کفر تو نصاریٰ کے کفر سے بھی بدتر ہے۔ دکتور محمد خلیل ہر اس **واللہ** فرماتے ہیں:

((ہل تقول بان وجود الله غير وجود هذه الأكو ان أوتراه
عينها فاذانفي مغايرة وجوده سبحانه لوجود خلقه۔ وقال: بل
هو عينها وليس هناك غير ان، فقد اتشح بثوب الاتحاد
وصرح على نفسه بالكفر وجحد وجود الرب جل شأنه بل
كان أشد كفرا من النصارى عبدة الصلبان لأنهم لم يقولوا
باتحاده سبحانه بجميع خلقه، ولكنهم خصوا ذلك بالمسيح
و أمه مريم العذراء واما هذا الاتحادى فقد زعم ان الله متحد
بجميع خلقه بما فى ذلك الحيوانات المنحطة من القرده و
الخنزير و نحوها فلم يصنه عن الاتحاد بهذا الحيوانات
وغيرها من المستقذرات .))^①

”یعنی اس (لا غیر) والا نظریہ رکھنے والے سے کہیں گے کہ کیا تو یہ کہتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا وجود ان موجودات کے وجود سے غیر ہے یا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
وجود عین وجود کائنات ہے؟ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی اس کی مخلوق کے وجود
سے مغایرت کی نفی کر دے بلکہ کہے اللہ کا وجود عین وجود کائنات ہے۔ یہاں دو
غیر نہیں۔ تو اس نے وحدۃ الوجود کا اقرار کر لیا۔ اور اپنے کفر پر صراحت کی اور
رب کے وجود کا انکار کیا بلکہ یہ نصاریٰ صلیب کے پجاریوں سے سخت کافر ہے
کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا اتحاد تمام مخلوق سے ہے جبکہ عیسائیوں نے اس اتحاد کو
عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مريم علیہا السلام کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور اس
اتحادی کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے ساتھ متحد ہے یہاں تک کہ ذلیل
حیوانات بندر خنزیر وغیرہ جیسے کے ساتھ بھی، انہوں نے اللہ کو ان حیوانات

① شرح النونية للدكتور خليل هراس، ۱۹۶/۱ توضیح المقاصد ۱/۳۹۳-۳۹۶ والصواعق المرسله

وغیر ہم اور گندگیوں سے بھی نہیں بچایا۔“

قارئین کرام! غور کیجیے وحدۃ الوجود کا عقیدہ اور نظریہ و مسلک جس کو ڈاکٹر صاحب اپنائے ہوئے ہیں کتنا خطرناک ہے کہ دین و ایمان کو جڑ سے نکال پھینکتا ہے۔ معاذ اللہ اگر ڈاکٹر صاحب کا موقف درست ہے کہ کائنات، اللہ کا غیر نہیں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کائنات کو ”من دون اللہ، من دونہ، من دونک، من دونی، غیر اللہ، الہ غیرہ“ کہہ کر فرق نہ کرتا۔ قرآن کا مطالعہ کیجیے کہ اللہ نے قرآن پاک میں (۷۱) جگہ من دون اللہ کا ذکر کیا اور (۳۹) جگہ ضمیر کے ساتھ ”من دونہ“ کا ذکر کیا ہے اور (۲) جگہوں میں کاف خطاب کے ساتھ ”من دونک“ ذکر کیا ہے اور (۳) جگہوں میں یائے متکلم کے ساتھ ”من دونی“ ذکر کیا ہے۔

اسی طرح (۲۰) جگہوں میں لفظ غیر اللہ کو ذکر کیا اور (۱۰) جگہوں میں لفظ ”مالکم من الہ غیرہ“ ذکر کیا ہے تعجب ہے ڈاکٹر صاحب مفسر قرآن ہو کر کہتے ہیں کہ ”وہ اس سے غیر نہیں ہے“ اور ”یہ کائنات نہ اللہ کا عین ہے نہ غیر“ اور ”ایک ہی وجود ماننا پڑے گا“ فالی اللہ المشتکی۔

اگر ڈاکٹر صاحب کا نظریہ درست ہے اور وہ اس نصیحت میں حق بجانب ہے اور خیر خواہی مقصود ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کو کیا پڑا تھا کہ غیر اللہ کا رد کرتے اور اللہ نے قرآن کریم میں اس کا کیوں ذکر کیا ہے؟

۸: معیت الہی کا مفہوم:

معیت الہی کا مفہوم پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: ذات باری تعالیٰ کے بارے میں ہمارے عوام کا ایک عام تصور ہے کہ وہ کسی خاص جگہ پر موجود ہے اس کا وجود کائنات میں ہر جگہ نہیں۔ (سورۃ الحدید کی مختصر تشریح، ص: ۵۹)

یہ تصور عوام کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ نہیں بلکہ عرش پر مستوی ہے یہ عرش پر مستوی ہونا ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے قرآن کریم میں مختلف انداز

میں سات مقامات پر فرمایا ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى“ لہذا یہ عام تصور قرآن کریم کا سکھایا ہوا تصور ہے اس کے خلاف جو تصور و عقیدہ ہے وہ باطل اور قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ کے بارے میں بالعموم یہ تصور ہے کہ وہ صرف اپنی صفات کے اعتبار سے ہمارے ساتھ ہے۔ یہ تو اس کی تاویل ہوگئی جبکہ الفاظ تو یہ ہیں۔ ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ یہ تاویل درحقیقت ان الفاظ کا حق ادا نہیں کر رہی۔ وہ ہمارے ساتھ کیسے ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے لیکن وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہر آن موجود ہے۔ ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ یہ الفاظ بالکل واضح ہیں ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ (سورۃ الحديد کی مختصر تشریح، ص: ۵۹)

ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت میں تین باتیں غور طلب ہیں:

- ۱: یہ تو اس کی تاویل ہوگئی۔
- ۲: ہمارے ساتھ کیسے ہے؟ ہم نہیں جانتے ہیں۔
- ۳: وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہر آن موجود ہے۔

(۱) اس میں شک نہیں کہ معیت کا معنی نصرت و مدد اور علم و احاطہ کے اعتبار سے ظاہر النص اور حقیقت النص سے ثابت ہے۔ اور لغت عربی بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں اور نہ ہی لفظ کو اپنے ظاہری اور حقیقی معنی سے پھیرنا ہے اس لئے کہ لفظ ”مع“ کا اطلاق ہو تو اس سے مراد مطلق مصاحبت و مقارنت ہوتی ہے مخالطت (خلط ہونا) مماسیت (مس ہونا) محاذاتہ (برابر میں ہونا) مرا نہیں۔ ہاں اگر معانی میں سے خاص کسی کے ساتھ مقید ہو تو الگ بات ہے، جو ہم نے معنی بیان کئے ہیں وہ بغیر تاویل کے نص قرآنی سے ثابت ہیں کہ یہ معیت مخالطت و مماسات و محاذات نہیں بلکہ صفات علم و احاطہ، نصرت و مدد کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱: ﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ﴾ (المدرثر: ۴۵) ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول باتیں کرتے تھے۔ یہاں مع سے مراد خلط اور مس (Touch) ہونا نہیں بلکہ جیسے وہ فضول بات کرتے تھے، ہم بھی کرتے تھے۔

۲: ﴿وَبَنَاتٍ خَالِكَ وَبَنَاتٍ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ (الاحزاب: ۵۰) اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ یہ آیت صریح ہے اس بات پر کہ یہاں معیت سے مراد خلط اور مس (Touch) ہونا نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خالاؤں کی بیٹیوں میں سے کسی نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی۔

۳: ﴿فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ﴾ (التوبة: ۵۲) سوا انتظار کرو، بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔ یہاں سب سر جوڑ کر انتظار کے لئے نہیں بیٹھے تھے۔

۴: ﴿فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ﴾ (یونس: ۲۰) سوا انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

۵: ﴿وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ﴾ (ہود: ۹۳) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ اور ان جیسی دیگر آیات میں معیت صرف مصاحبت پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی حالت میں بھی مس و مخالطت و محاذاتہ پر دلالت نہیں کرتیں۔ یہ عام محاورہ ہے، کہتے ہیں ”الامیر مع جندہ“ امیر اپنے لشکر کے ساتھ ہے، حالانکہ امیر اپنے بالا خانوں میں ہوتا ہے اور لشکر محاذوں پر۔ اسی طرح محاورہ ہے ”مازلنا نسیر والقمر معنا“ ہم چلتے ہی رہے اور چاند ہمارے ساتھ چاند تو چلنے والوں کے ساتھ مس (Touch) نہیں تھا اور نہ خلط ملط تھا۔

جب معیت مخلوق میں بغیر مخالطت و مس اور محاذات کے جائز ہے تو اللہ کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اس میں تاویل کی کوئی بات ہی نہیں۔

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَلَا إِنَّ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحديد: ۷)

”اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

میں معیت سے مراد بغیر کسی تاویل کے علم اور احاطہ ہے۔ اس معنی پر بغیر تاویل کے آیت خود دلالت کرتی ہے آیت کی ابتداء بھی علم کے ساتھ ہے:

﴿يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ﴾ (الحديد: ۴)

”وہ (خوب) جانتا ہے اُس چیز کو جو زمین میں ہے۔“

اور آخر میں ہے:

﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (الحديد: ۴)

”اور جو تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے“

اسی طرح هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوا (المجادلة: ۷)

میں معیت سے مراد بغیر کسی تاویل کے علم و احاطہ ہے۔ آیت کی ابتداء بھی علم کے ساتھ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے“

اور اتنی بھی علم کے ساتھ ہے:

﴿أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

”جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔“

اور وسط میں بھی علم کا ذکر ہے:

﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا﴾ (المجادلة: ۷)

”انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا۔“

اس طرح سورۃ طہ کی آیت میں ہے:

﴿إِنِّي مَعَكُمْ أَسْعَىٰ وَآرَىٰ﴾ (طہ: ۴۶)

”میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔“

لہذا اللہ کی معیت کا معنی علم و احاطہ، نصرت و مدد کرنا تاویل نہیں، بلکہ لغت و محاورہ

ہی ہے۔

۲: ہمارے ساتھ کیسے ہے؟ ہم نہیں جانتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جیسے قرآن و سنت میں وارد ہیں ان کو بلا کیف، بلا تشبیہ، بلا تمثیل، بلا تجسیم اور بلا تعطیل ماننا لازم اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت کا علم اللہ کے سپرد ہے، کیفیت کا سوال کرنا کہ ”ہمارے ساتھ کیسے ہے؟“ بدعت ہے۔ جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مشہور ہے ”الاستواء معلوم والکیف مجهول والسؤال عنہا بدعة“ لہذا یہ سوال کہ ہمارے ساتھ کیسے ہے؟ کہنا بدعت ہے۔ بس قرآن و سنت سے معیت علم و احاطہ بلا تاویل معلوم ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔

۳: ہمارے ساتھ ہر جگہ ہر آن موجود ہے۔

یہ عقیدہ اور نظریہ قرآن و سنت، عقل و نقل اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماع کے خلاف اور منافی ہے۔ اللہ کے عرش پر مستوی ہونے اور علم احاطہ کی وجہ سے ہر جگہ ہونے پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے۔ ابو عمرو اللطیفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((واجمع المسلمون من اهل السنة على ان معنى قوله تعالى: "هو معكم اين ما كنتم" ونحو ذلك من القرآن: ان ذلك علمه وان الله فوق السموات بذاته مستوعب على عرشه كيف شاء.)) ❶
”یعنی مسلمانوں میں سے اہل سنت کا اجماع ہے کہ اللہ کے اس قول ”وہو معکم“ اور اس جیسی دیگر قرآنی آیات کا معنی یہ ہے کہ یہ معیت، علم کے اعتبار سے ہے اور وہ ذات کے اعتبار سے آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے جیسے استواء اس کی شان کے مطابق ہے۔“

((عن ابن عباس رضى الله عنهما في قوله "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ

❶ العلو للذهبی، ۱۷۸، اجتماع الحيوش الاسلامیة لابن القيم، ۱۴۲، الفتاوی الحمویة، ۱۷۵۔

درء تعارض العقل والنقل ۶/۲۵۰۔

مَا كُنْتُمْ“ قال : عالم بكم اينما كنتم .))

”وہ تم پر عالم ہے تم جہاں بھی ہو۔“^①

((عن مالك بن انس قال: الله عز وجل في السماء وعلمه في

كل مكان لا يخلو منه شئ - وتلا هذه الآية ﴿مَا يَكُونُ مِنْ

نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾

(المجادلة: ٧)^②

”مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر

جگہ پر ہے اللہ کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت

فرمائی: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا

هُوَ سَادِسُهُمْ﴾“

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کسی نے آیت ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ کے بارے

میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ”علمہ“ یہ معیت اس کے علم کی ہے۔^③

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ:

((ما معنى قوله ”هو معكم“ و ”ما يكون من نجوى ثلاثة إلا

هو رابعهم“ قال: علمه عالم الغيب والشهادة علمه محيط

بكل شئ علام الغيوب، يعلم الغيب ربنا على العرش بلا

حد ولا ضفة .))^④

① تفسیر ابن کثیر ۶/۸، التمهید لابن عبد البر ۷/۱۳۸-۱۳۹، الدر المنثور للسيوطی ۸/۴۹

الفتاوی الحمویہ، ص ۱۷۵.

② السنة لعبد الله بن الامام احمد، ۱/۱۰۷.

③ السنة عبد الله، ۱/۳۰۷ - والبيهقي في الاسماء والصفات ۲/۱۷۲ والفتاوى الحموية ۱۷۵.

④ اجتماع الجيوش لابن القيم، ۲۰۰ - واصل اعتقاد اهل السنة للالكائي: ۴۰۲، والفتاوى الحموية:

”اس آیت وہو معکم او ”مایکون من نجوی“ کا کیا معنی؟
جواب میں فرمایا اس کا علم (یعنی ان آیتوں میں معیت اور نجوی کا مطلب اللہ کا علم ہے) جو کہ حاضر و غائب کا عالم ہے اس کا علم ہر شئی پر محیط ہے تمام غیبوں کا جاننے والا ہے غیب کو جانتا ہے۔ ہمارا رب عرش پر بغیر تحدید اور بغیر کسی صفت کے ہے (کہ اس کے عرش پر ہونے کی کوئی محدود صفت نہیں)۔“

گزشتہ آیات کریمات اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ ”ہو معکم اینما کنتم“ کا معنی وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہر آن موجود ہے کرنا درست نہیں بلکہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ وباللہ التوفیق

۹: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر افتراء اور اس کا جواب:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جو واقعہ ڈاکٹر صاحب نے نقل کیا ہے، یہ غلط ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قطعاً یہ موقف نہیں تھا نہ یہ واقعہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اور نہ آپ کے تلامذہ نے کسی کتاب میں نقل کیا۔ اس لئے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کا عقیدہ اور نظریہ وہی ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے پیش کیا کہ نزول (اترنا) صفت الہی ہے یہ معلوم ہے۔ اترنے کی کیفیت مجہول ہے اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ تو کس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک ایک سیڑھی اتر کر کیفیت بیان کر سکتے ہیں؟ سب حانک هذا بہتان عظیم!

ہاں! ابن بطوطہ نے یہ جھوٹ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر باندھا ہے چنانچہ ابن بطوطہ نے اپنے رحلہ (۱۱۰/۱) میں ذکر کیا ہے وہ کہتا ہیں ”ونزل درجة من درج المنبر“ لیکن یہ شیخ الاسلام پر محض افتراء ہے، اس لئے کہ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ: ”الامام ابن تیمیہ اعتقل بقلعة دمشق الآخرة فى اليوم السادس من شعبان سنة ۷۲۶ھ ولم يخرج من السجن الا ميتاً۔“ (التعليق على ابن بطوطه ۱/۱۱۰) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دمشق کے قلعہ میں آخر مرتبہ چھ (۶) شعبان ۷۲۶ھ جبری میں بند کیا

گیا پھر جیل سے ان کا جنازہ ہی نکلا۔

اس بات کا اقرار خود ابن بطوطہ کرتا ہے کہ ”فامر بسجن ابن تیمیہ بالقلعة فسجن بها حتی مات فی السجن“ ❶ ملک ناصر نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جس بے جا حکم دیا سو آپ کو اس قلعہ میں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

ابن بطوطہ کے اس الزام کی تکذیب خود ابن بطوطہ ہی کر رہا ہے کیونکہ ”دروغ گور حافظ نباشد“ خود ابن بطوطہ کہتا ہے کہ میں دمشق میں ۹ رمضان ۷۲۶ھ میں داخل ہوا ہوں ”وصلت یوم الخميس التاسع من شهر رمضان المعظم عام ستة وعشرين الى مدينة دمشق الشام فنزلت منها بمدرسة المالکيہ المعروفة بالشرابية“ ❷ یعنی میں ۹ رمضان جمعرات کے دن ۷۲۶ھ کی شام کو دمشق شہر پہنچا۔ شام میں مالکیوں کے مدرسۂ جوثر شبیۃ نام سے مشہور ہے وہاں اترا۔

ابن بطوطہ کے اعتراف کے بعد کہ میں ۹ رمضان ۷۲۶ھ دمشق پہنچا، گویا کہ وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جیل جانے کے ۲۷ دن بعد دمشق پہنچا، اور اس دوران امام صاحب جیل سے نہیں نکلے اس کا بھی ابن بطوطہ خود اقرار کرتا ہے کہ جیل سے امام صاحب کی میت نکلی، تو پھر ابن بطوطہ کے اس قول کی کیا حقیقت ہے کہ وہ کہتا ہے: ”وکننت اذ ذاک بدمشق فحضرتہ یوم الجمعة وهو یعظ الناس علی منبر الجامع ویذکرهم فکان من جملة کلامه ان قال: ان الله ينزل الى سماء الدنيا کنزولی هذا فنزل درجة من درج المنبر“ (رحلہ ابن بطوطہ ۱۰/۱۱۰) یعنی اس وقت میں دمشق میں تھا ان کے پاس جمعہ کے دن حاضر ہوا وہ دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس آسمان دنیا کی طرف میرے اس اترنے کی

❶ رحلہ ابن بطوطہ ۱۰/۱۱۰۔

❷ رحلہ ابن بطوطہ ۱۰/۱۰۲۔

طرح اترتے ہیں اور منبر کی ایک سیڑھی اترے۔ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ امام صاحب کی پوری عمر اس دعوت میں گزری کہ اللہ کی صفات کے معانی معلوم اور کیفیات مجہول ہیں اس سے متعلق سوال بدعت ہے۔ بہر حال یہ امام صاحب کے معاصرین معاندین کا اُن پر بہتان ہے ورنہ امام صاحب کی کتب موجود ہیں خاص کر ”شرح حدیث النزول“ اسی موضوع پر کتاب ہے۔ کیا کوئی اس کتاب میں اللہ کی صفات کی کیفیت کا بیان دکھا سکتا ہے؟

وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم



فضیلۃ الشیخ ابو عمر عبدالعزیز النورستانی رحمہ اللہ

09-07-2008ھ ۱۴۲۹/۷/۶

جامعۃ الاثریہ محلہ میاں داد انقلاب روڈ چمکنی، پشاور



عقیدہ وحدۃ الوجود عین کفر اور شرک ہے

فضیلۃ الشیخ ابوزکریا عبدالسلام رستمی حفظہ اللہ ❶

مدیر جامعہ عربیہ سینٹن کوہاٹ روڈ بڈھ پیر پشاور

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله أما بعد:

ڈاکٹر اسرار احمد نے ہندو فلسفہ کے رد میں جو نظریہ قائم کیا ہے اس کا نام توحید و جودی رکھا ہے یہ غیر شرعی اور ضلال ہے۔ کیونکہ وحدۃ الوجود اور توحید و جودی میں کوئی فرق نہیں سوائے تعبیر کے اور نظریہ وحدۃ الوجود مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل اور شرک کا زینہ اور بدعت اعتقادی ہے:

❶ یہ مضمون عبدالسلام رستمی بن الشیخ عبدالرؤف رستمی کا ہے۔ آپ کی ولادت پاکستان کے معروف صوبہ سرحد کے ضلع مردان کے گاؤں ”رستم“ میں ماہ رمضان بن ۱۳۵۷ھ میں ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو علم و عمل میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپ کے والد ماجد گاؤں کی مسجد کے امام تھے۔ دین اور دینی ماحول سے شدید لگاؤ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چار سال کی عمر میں ہی آپ کے والد نے آپ کو مدرسہ فیض السلام میں داخل کروا دیا جہاں آپ نے ۶ سال تک قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اردو اور فارسی زبان پر دسترس حاصل کی۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم کے لیے دینی درس گاہ کا رخ کیا اور وہاں سے اس وقت کے مستند اساتذہ کرام الشیخ عبدالرب، الشیخ عبدالرزاق، الشیخ محبت اللہ اور فضیلۃ الشیخ میاں گل رحمہم اللہ جو کہ ہند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری (مصنف فیض الباری) کے تلمیذ تھے ان سے علم صرف نحو، الادب العربی، فقہ و اصول، بلاغہ و منطق اور فلسفہ کے علاوہ دیگر علوم عربیہ و دینیہ کی سات سال میں تکمیل کی۔ پھر آپ جامعہ اسلامیہ (اکوڑہ خٹک) سے ۱۳۶۷ھ میں الشیخ عبدالرحمان بہبود آبادی اور الشیخ عبدالشکور بہبود آبادی ہندوستانی سے دورہ حدیث کر کے فارغ ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانے کے ماہرین علم تفسیر (شیخ عبدالہادی شاہ منصوری رحمہ اللہ، الشیخ غلام اللہ خان رحمہ اللہ اور محمد طاہر بیچیری) سے تفسیر کا علم ۱۳۷۲ء سے ۱۳۷۸ء تک حاصل کیا۔ جس کی بدولت اس وقت پاکستان میں علمائے اہلحدیث میں جو چند لوگ علم تفسیر کے بے تاج بادشاہ ہیں ان میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔

وجہ اول: مناظر احسن گیلانی نے اپنے قول میں اس کی مثال تاج محل کے ساتھ دی ہے اور شیخ احمد سرہندی نے اسکی مثال (تعبیر وحدۃ الشہود کے سلسلے میں) ایک کنزی کے شعلہ کے ساتھ دی اور یہ دونوں مثالیں قرآن کریم کے مخالف ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ (النحل: ۷۴)

”پس اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت بیان کرو۔“

وجہ دوم: شرعی ادلہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ ہیں لیکن صوفیاء اور ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے اثبات کے لئے کوئی نص قرآنی اور حدیث صحیح پیش نہیں کی صرف اقوال رجال صوفیاء ذکر کئے ہیں جبکہ بقول احمد سرہندی ”قول صوفی در شرع معتبر نیست“ ”صوفی کا قول شریعت کی نظر میں معتبر نہیں۔“

وجہ سوم: توحید کی جو قسم بھی ہو عقیدے کا مسئلہ ہے اور عقیدہ کے اثبات کے لئے دلیل قطعی (برہان) ذکر کرنا ضروری ہے ظلمات اور اقوال رجال سے یہ ثابت نہیں ہو سکتی۔

وجہ چہارم: ”ماہیت“ اور ”عینہ“ وغیرہ تعبیرات (خصوصاً اللہ تعالیٰ کے متعلق) منطقی اور فلسفی اطلاقات ہیں یہ کسی طور پر شرعی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے ”جوہر“ وغیرہ جیسی تعبیرات کے اطلاق سے منع کیا ہے۔

وجہ پنجم: وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور توحید وجودی سلف صالحین، ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے لہذا یہ بدعی اصطلاحات ہیں اور ”کل بدعۃ ضلالہ“ کے کلیہ کے تحت داخل ہیں جبکہ صوفیاء اس کو اصل دین سمجھتے ہیں۔

وجہ ششم: وحدۃ الوجود عین حلول ہے اور عقیدہ حلول عین کفر اور شرک ہے۔

وجہ ہفتم: عقیدہ وحدۃ الوجود اور حلول شرک کے لئے زینہ بلکہ عین شرک ہے۔ کیونکہ شرک اپنے معبود من دون اللہ کو اللہ تعالیٰ سے غیر نہیں سمجھتا جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ غیر اللہ نہیں تو ہم شرک نہیں کرتے۔

وجہ ہشتم:..... وحدۃ الوجود کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے اور غیر اللہ کا وجود عارضی ہے تو صحیح ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

(الرحمن: ۲۶ تا ۲۷)

”زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔“

لیکن صوفیاء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کا وجود عین وجود اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا وجود عین وجود مخلوق ہے۔ یہ نظریہ بہت سی آیات قرآنیہ کے مخالف اور باطل ہے۔

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ۝﴾

(الزخرف: ۱۵)

اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔“

﴿أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾

(مریم: ۶۷)

”کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔“

﴿وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ﴾

(النحل: ۳۵)

”اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے

سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے۔“

﴿قُلْ إِنَّمَا نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (الانعام: ۵۶)

”آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کو تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔“

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾

(النساء: ۸۲)

”اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔“

ان آیات سے واضح ہے کہ مخلوق غیر اللہ ہے کیونکہ خصوصاً ان آیات میں معبود من دون اللہ کا ذکر ہے اور وہ اکثر اولیاء اللہ ہوتے ہیں تو وہ بھی من دون اللہ اور غیر اللہ ہیں۔ انہی آیات میں صحیح غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوق اور خصوصاً انسان اللہ تعالیٰ کے وجود میں متحر نہیں بلکہ مغائر (بالکل جدا) ہے۔

وجہ نہم: صوفیاء کے نزدیک علم دو قسم کا ہے: علم الحقیقۃ اور علم الشریعۃ (علم باطنی اور علم ظاہری) اور وہ اسکی تصریح کرتے ہیں کہ حقیقت شریعت سے غیر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾

(الشوری: ۲۱)

”کیا ان لوگوں نے (اللہ کے) ایسے شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔“

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ﴾ (الجاثیہ: ۱۸)

”پھر ہم نے آپ کو دین کی (ظاہر) راہ پر قائم کر دیا۔“

اور ہر وہ علم جو شریعت سے غیر ہے تو وہ باطل علم ہے۔

وجہ دہم: وحدۃ الوجود کے آثار قبیحہ میں ابن عربی سے منقول ہے کہ فرعون کا

ایمان قبول ہوا تھا اور فرعون کا ایمان موسیٰ علیہ السلام کے ایمان سے افضل تھا۔ العیاذ باللہ۔ جبکہ

قرآن کریم میں سورۃ الذاریات، سورۃ النازعات میں فرعون کی ہلاکت کی تصریح ہے تو ان آیات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ من الکفر والضلال

یہ میں نے بفضلہ تعالیٰ بطور اختصار و اجمال ذکر کیا ہے۔ اگر توفیق الہی نصیب ہو تو اس مسئلہ پر انشاء اللہ تفصیل سے لکھوں گا۔ ڈاکٹر صاحب سے درخواست ہے کہ اس نظریہ سے رجوع کریں اور مریدوں پر رحم کریں۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم



اگر عقیدہ وحدۃ الوجود کفر نہیں تو دنیا میں کفر ہے ہی نہیں

فضیلۃ الشیخ ابو محمد امین اللہ پشاورى حفظہ اللہ

الحمد لله والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين و
على آله و صحبه اجمعين أما بعد:

یہ ایک مختصر سا فتویٰ ہے جس میں بعض علماء کی طرف سے کیے گئے استفسار پر نگاہ ڈالی گئی۔ اگرچہ اس فتویٰ کا جواب دیگر علماء و مشائخ عظام نے بھی نہایت اچھے اور علمی انداز سے دیا ہے جیسے شیخ القرآن السید عبدالسلام اور شیخ عبدالعزیز نورستانی اور شیخ محمد رفیق اثری لیکن ہم بھی یہ جواب لکھ رہے ہیں تاکہ ہم بھی دافعیین حق کے زمرے میں شمار ہوں اور اُمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے مصداق ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قل الحق ولو كان مرأً“

جواب دینے سے پہلے میں چند اہم مقدمات ذکر کرتا ہوں اور چونکہ وہ مقدمات انتہائی واضح طور پر ثابت ہیں، لہذا زیادہ دلائل اور مصادر و مراجع ذکر کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ أسأل التوفيق .

(۱) پہلی بات: دین بین بالکل کامل مکمل ہے۔ لہذا مسلمان اسے مکمل کرنے میں سوائے کتاب و سنت کے کسی چیز کے محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعَمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔“

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من شئ يقربكم الى الجنة ويباعدكم من النار الا وقد امرتكم به وما من شئ يقربكم من النار ويباعدكم من الجنة الا وقد نهيتكم عنه.)) ❶

”کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں جنت کے قریب اور آگ سے دور کرتی ہو مگر میں نے تمہیں اس کے بارے میں حکم دے دیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں آگ کے قریب اور جنت سے دور کرتی ہو مگر میں نے اس سے تمہیں منع کر دیا ہے۔“

اسی طرح ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

((لقد تركنا محمد ﷺ وما يحرک طائر جناحيه في السماء الا اذكرنا منه علماً.)) ❷

”اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ کوئی پرندہ جو آسمان میں اپنے پروں کو حرکت نہیں دیتا مگر اس کے بارے میں بھی آپ نے ہمیں آگاہ فرما دیا۔“

الحاصل دین کی تکمیل میں کوئی شک نہیں اب جو شخص یہ کہے گا کہ نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نے دین کی تکمیل کی ہے تو اس شخص کے کفر میں شک نہیں۔

(۲) دوسری بات: محمد رسول اللہ ﷺ نے دین کے عقائد و اعمال کو انتہائی

❶ رواه البغوی فی شرح السنة ۳۳۰/۷ و هو فی المشکلة ۴۵۲/۲ و فی الصحیحة للألبانی

۲۸۶۶/۶

❷ رواه احمد ۱۵۳/۵ و الطبرانی ۱۰۰/۲

سلیس اور واضح انداز میں بیان کر دیا ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ وغیرہ کی روایت سے ظاہر ہے۔
(۳) تیسری بات: محمد رسول اللہ ﷺ نے دین مبین کے کسی بھی حصہ کو نہیں چھپایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (المائدہ: ۶۷)

”اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)۔“
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((من زعم ان النبی ﷺ کتم شیئاً من الوحي فقد اعظم علی اللہ الفریۃ .)) ❶

”جو یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی الہی کا کچھ حصہ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔“

(۴) چوتھی بات: کسی بھی انسان کے لیے کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ اللہ کی پہچان اور خشیّت میں محمد رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھ جائے۔

”ان اتقاکم و اعلمکم باللہ انا“ اور ایک روایت میں یوں ارشاد ہے:
((واللہ انی لأعلمہم باللہ و اشدہم لہ خشیۃ .)) ❷

”یعنی اللہ کی قسم کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی پہچان رکھتا ہوں اور تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی خشیّت دل میں رکھتا ہوں۔“

(۵) پانچویں بات: ہمارے دین مبین میں عقائد اور ایمان کے مسائل انتہائی عام فہم، عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں کوئی بھی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو عقل یا فطرت سلیمہ کے مخالف ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥٠﴾

(البقرہ: ٢٥٦)

”ہدایت گمراہی کے مقابلے میں بالکل واضح ہو چکی ہے جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔“

(۶) چھٹی بات: عقیدہ اور ایمان کے مسائل سیکھنے میں امت مسلمہ کے تمام افراد یکساں ہیں چاہے عالم ہو یا ان پڑھ تمام پر ایمانیات کا سیکھنا واجب ہے۔ لہذا عقیدہ کی ایسی کوئی بات دین میں نہیں جو چند مخصوص لوگوں کے لیے ہو اور عام لوگوں کے لیے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

”اے نبی لوگوں کو کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((بعثت الى الاسود والاحمر.))

”میں ہر کالے گورے کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“

اور فرمایا:

((لن تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا.)) (رواہ مسلم)

”جب تک تم ایمان نہ لے لاؤ جنت میں نہیں جاسکتے۔“

اللہ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا﴾ (النساء: ١٣٦)

”اے ایمان والو! ایمان لے آؤ۔“

کسی کی تخصیص نہیں کی بلکہ تمام لوگوں کو ایک سا حکم دیا اور اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(۷) ساتویں بات: یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ طریقہ تصوف امت مسلمہ میں ۱۹۹ھ کی حدود میں پیدا کیا گیا۔ صحابہ کرام کے پاک زمانہ میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں تھا بلکہ بعض علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ نظریہ دین نصاریٰ سے بعض اہل اسلام میں منتقل ہوا ہے۔ دیکھیں ”الفکر الصوفی للشیخ عبدالخالق الکویتی“

(۸) آٹھویں بات: عقیدہ وحدۃ الوجود، توحید وجودی اور توحید الوجود ایک ہی مصداق و معنی کے مختلف الفاظ ہیں۔ والعبرة للمقاصد لآلال الفاظ علامہ عبدالرحمن محمد سعید اپنی کتاب ”الطريقة النقشبندية“ میں کہتے ہیں ”اور صوفیاء کا توحید وجودی سے مراد اللہ اور مخلوق کے وجود کو ایک سمجھنا ہے اور اس کی دلیل ان کا یہ قاعدہ ہے کہ

”شیخ پر یہ واجب ہے کہ اپنے مریدوں کو ابتداء شریعت کے ظاہری احکام کی تعلیم

دے اور توحید مطلق کی باتوں سے گریز کرے کیونکہ جو پیر اپنے مریدوں پر یہ بات

کھولتا ہے بسا اوقات وہ زندیق ہو کر دنیا اور آخرت میں برباد ہو جاتے ہیں۔“^۱

اب ہم یہاں چند حوالہ جات صوفیاء اور اہل حق علماء سے پیش کرتے ہیں جس سے یہ واضح

ہو جائے گا کہ توحید وجودی اور وحدۃ الوجود میں فرق کرنا محض لفظی ہیرا پھیری کے سوا کچھ نہیں۔

۱: شیخ الاسلام ابن القیم مدارج السالکین میں فرماتے ہیں ”توحید الوجود اور وحدۃ الوجود

ایک ہی چیز ہے۔“ ملخصاً

۲: شیخ احمد سرہندی مکتوبات ص ۲۸۷ میں لکھتے ہیں ”سب سے پہلے توحید وجودی کا ایجاد

کرنے والا ابن عربی ہے۔“ (وہذا معناه)

نیز توحید الوجود کا معنی وحدۃ الوجود ہے اور وحدۃ الوجود صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق یہ

ہے کہ ”اللہ ایک امر کلی ہے اور کلی کا وجود نہیں ہوتا مگر اپنی جزئیات کے ضمن میں“ مصرع التصوف ص ۲۲ للبقاعی .

اسی مصرع التصوف میں ص ۶۴ پر ہے القول بالوحدة المطلقة یعنی هو وحدة الوجود اور ص ۷۴ میں ہے ”وجود الحق عین وجود الخلق عند الصوفیة“ یعنی صوفیاء کے نزدیک اللہ کا وجود عین مخلوق کا وجود ہے۔

۴: مفتی کفایت اللہ دیوبندی اپنی کتاب تعلیم الاسلام ص ۵۵۴ میں لکھتے ہیں ”یہاں تصوف کا ایک دقیق مسئلہ ہے اور وہ وحدة الوجود کا مسئلہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود سارا اللہ کا ہی ہے اور اس کے ماسوا وجود ویسے وہم وخیال ہے اور صوفیاء کا یہ قول کہ لا موجود الا هو صحیح ہے۔“ (هذا معناه)

۵: اس بات کی تائید صراحتہ اس بات سے بھی ہوتی ہے جو کہ رشید احمد گنگوہی نے کہی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے: ضامن علی جلال آبادی توحید میں غرق تھا۔ ایک اس کی مریدنی رنڈی اس کے سامنے آنے سے شرمائی جب بلایا گیا تو پیر صاحب نے پوچھا بی کیوں شرماتی ہو کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے تو رنڈی آگ بگولہ ہوگئی اور کہنے لگی گناہ گار بہت سہی مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ پیر صاحب شرمندہ ہو گئے۔“ ❶

دیکھیں یہ کتنی صراحت ہے کہ والعیاذ باللہ۔ کرنے والا اور کرانے والا وہی یعنی اللہ ہے۔ اس کے بعد بھی یہ لوگ قسم قسم تاویلات سے اپنے اصل عقیدے کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً

۶: امداد اللہ مہاجر کی اپنی کتاب شائم امدادیہ میں ص ۳۸ میں لکھتے ہیں: ”بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔“ اور ص ۳۷ میں لکھا ہے: ”عبد اور معبود کے درمیان فرق کرنا بے بیعتہ شرک ہے۔“

۷: اس بات کی تصریح ابن عربی نے فصوص الحکم میں بار بار کی ہے لکھتا ہے ”من عرف

ماقررناہ علم ان الحق المنزه هو الخلق المشبه“ ۱
یعنی جو ہماری ثابت کردہ بات کو سمجھ گیا وہ یقین کرے گا کہ جس معبود کی (تشبیہ
بخلق) سے پاکی بیان کی جاتی ہے وہ عین یہی مشابہت والی مخلوق ہے، اسی طرح ص ۶۷ اور
۷۷ میں لکھتا ہے: وہی حیث الوجود عین الموجودات ”یعنی وہ وجود کے لحاظ
سے عین موجودات ہے۔“ اس کے بعد بھی آیا کسی تاویل کی گنجائش باقی ہے؟
۸: شیخ الاسلام ابن قیم نے ان کے عقیدے کی مزید تشریح و وضاحت کی ہے۔

وہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”القصيدة النونية“ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں:

فَأَتَى فَرِيقٌ ثُمَّ قَالَ وَجَدْتُهُ
هَذَا الْوُجُودَ بِعَيْنِهِ وَعَيَانٍ
مَا نَمَّ مَوْجُودٌ سِوَاهُ وَأَنَّمَا
غَلِطَ اللِّسَانُ فَقَالَ مَوْجُودَانِ

”پھر ایک گروہ نے آ کر کہا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے پایا ہے کہ وہ
(انسان اور اللہ) ایک ہی وجود تھے۔ اس (اللہ) کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے
، زبان کو غلطی لگی جب اس نے کہا موجودات دو ہیں۔“

۹: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ جلد ۲ اور دیگر بہت سی کتب میں اس
بات کو بادلائل ثابت کیا ہے کہ عقیدہ وحدۃ الوجود و وجود مطلق کے اثبات کا نام ہے اور
اس کا مطلب خالق اور مخلوق کا ایک ہونا ہے۔ آپ کی بعض عبارات کا تذکرہ بعد میں
آئے گا۔ ان شاء اللہ

۱۰: شیخ ابراہیم الحمد اپنی کتاب ”مصطلحات فی کتب العقائد و دراستہ
تحلیلیہ“ میں لکھتے ہیں:

((الاتحاد العام هو اعتقاد كون الموجود هو عين الله عز وجل

بمعنی ان الخالق متحد بال مخلوقات جميعها وهذا هو معنى
(وحدة الوجود .)

یعنی عقیدہ اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ خالق کا وجود مخلوقات کے ساتھ متحد ہے اور یہی وحدۃ الوجود کا معنی ہے۔

۱۱: امام ابن ابی العز الحنفی فرماتے ہیں: ”وهؤلاء ظنوا ان الوجود المخلوق هو الوجود الخالق كابن عربي وأمثاله“ (شرح العقيدة الطحاوية ص ۴۹۲) یعنی ”ان (صوفیاء) کا گمان ہے کہ وجود مخلوق عین وجود خالق ہے جیسا کہ ابن عربی اور اس کے ساتھیوں کا عقیدہ ہے۔“

(۹) نویں بات: اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام محققین علمائے کرام کا یہ متفق علیہ فتویٰ ہے کہ عقیدہ وحدۃ الوجود اور توحید وجودی کفریہ اور شرکیہ عقیدہ ہے بلکہ یہ یہود اور نصاریٰ کے کفر سے بھی بڑھ کر کفر ہے۔ والعیاذ باللہ

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرک تو اس لیے مشرک ہوا کہ اللہ رب العالمین کے ساتھ کسی بت یا قبر وغیرہ کو شریک ٹھہرایا تو کیا وہ شخص مشرک نہیں ہوگا جو اللہ رب العالمین کے ساتھ تمام مخلوقات کو شریک ٹھہراتا ہے۔ بلکہ اللہ کو نقصان اور حدوث کی صفات کے ساتھ موصوف مانتا ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً

علماء اہل السنۃ کے چند فتاویٰ مندرجہ ذیل ہیں:

۱: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی کے متعلق لکھتے ہیں:

((وعلق شیئاً کثیراً فی تصوف اهل الوحدة و من أردأ توالیفہ
کتاب الفصوص فان کان لا کفر فیہ فما فی الدنیا کفر نسال
اللہ العفو والنجاۃ .))^①

”(ابن عربی) نے وحدۃ الوجود والوں کے تصوف کے بارے میں بہت کچھ لکھا

اور اس کی تصانیف میں سے سب سے گھٹیا تصنیف الفصوص ہے اگر اس میں کفر نہیں تو پھر دنیا میں کہیں کفر ہے ہی نہیں۔“

۲: شیخ الاسلام ابن القیم عقیدہ وحدۃ الوجود والوں پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((یا امة قد صار من کفرانها جزء یسیر جملة الکفران .))❶

”عجب ہے اے اہل ایمان امت اس عقیدے کے کفر کا ایک حصہ بھی تمام کفروں کے ساتھ مساوی ہے۔“

۳: علامہ بقاعی (رحمۃ اللہ وغفرلہ) نے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ جو وحدۃ الوجود کا معتقد ہے اور یہ کہتا ہے کہ اللہ اور مخلوق ایک ہیں تو وہ کافر ہے۔ (مصرع التصوف)

۴: شیخ الاسلام بطل اہل السنۃ امام ابن تیمیہ (الذی لم یخف فی اللہ لومة لائم) فرماتے ہیں:

((وهؤلاء اعظم کفرا من جهة ان هؤلاء جعلوا عابد الاصنام عابداً للہ لا عابداً لغيره وان الاصنام من اللہ بمنزلة اعضاء الانسان من الانسان و بمنزله قوى النفس من النفس وان قولهم يتضمن الکفر بجميع الكتب والرسل .))

یعنی ”یہ (وحدۃ الوجود والے) بہت بڑے کفر کے مرتکب ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بت پرست بھی اللہ کا عابد ہے۔ بتوں اور اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی ہے جیسے انسان کے اعضاء کی حیثیت انسان سے ہے اور جیسے صفات نفسانی کی حیثیت نفس سے ہے۔ بلکہ ان کا یہ عقیدہ (صرف شریعت محمدی سے نہیں) تمام نازل شدہ آسمانی کتابوں اور تمام رسولوں سے کفر ہے۔“

۵: علامہ مناوی کہتے ہیں: ”ابن سبعین وحدۃ مطلقہ کا قائل تھا جس کی وجہ سے بہت سے علماء نے اس پر طعن و تشنیع کی اور وہ اتحاد اور حلول کا بھی قائل تھا جس کی وجہ سے بہت

سے علماء نے اسے کافر کہا اللہ اس پر رحم نہ کرے۔“^①

۶: علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی فرماتے ہیں:

((قاتل الله من عده هذه الطائفة من امة محمد ﷺ وهم براء من جميع الانبياء عليهم السلام ولا اظن احداً يعرف قولهم و في قلبه مثقال ذرة من ايمان فيستريب في امرهم ويعرف انهم مباينون للدين كل المباينة .))^②

”اللہ اس شخص کو ہلاک کرے جو اس فرقہ کو امت محمد ﷺ میں شمار کرتا ہے حالانکہ یہ لوگ (فرقہ) تمام انبیاء سے الگ تھلگ ہیں اور میرا یہ گمان نہیں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور اسے ان کے عقیدہ کی حقیقت معلوم ہو تو وہ ان کے بارے میں شک کرے (بلکہ وہ) سمجھے گا کہ یہ تمام ادیان سے بالکل جدا ہیں۔“

۷: علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((ولا يسمع احداً أن يقول أنا واقف اوساكت لاثبت ولا انفى لان ذالك يقتضى الكفر لأن الكافر من انكر ما علم من الدين بالضرورة ومن شك في كفر مثل هذا كفر و لهذا قال ابن المقرئ في مختصر الروضه من شك في كفر اليهود والنصارى وطائفة ابن عربى فهو كافر .))^③

”کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ (ان کی تکفیر میں) توقف یا سکوت اختیار کرے کیونکہ (ان کا عقیدہ) کفر ہی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جو دین کی ضروریات کا انکار کرے اور جو ان جیسوں کے کفر میں شک کرتا ہے تو وہ

① جلاء العينين في محاكمة الاحمديين ۸۱-۸۲.

② مصرع التصوف ۲۲۵.

③ توضیح التوبة ص ۱۷۷.

خود بھی کفر کا مرتکب ہے۔ اسی وجہ سے ابن مقرئ نے کہا ہے ”جو شخص یہود و نصاریٰ اور ابن عربی کے گروہ کے کفر میں شک کرے تو وہ خود کافر ہے۔“ علامہ بقاعی نے جید علماء کے اقوال بھی ابن عربی اور اس کے گروہ کی تکفیر میں نقل کیے ہیں۔ جسے ہم طوالت کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں۔ علامہ دکتور ٹمس الدین سلفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((هذا صريح في ان السماء والارض وما فيهما من الاجسام العظام كالجبال والاجرام والبحار والاشجار والاحجار والانهار بل الدواب والكلاب وللقردة والخنازير وانية الخمور وغيرها هو الله بعينه۔ نعوذ بالله من هذا الكفر البواح والحاد الصراح)) ❶

”((وحدة الوجود کا عقیدہ) اس بات کی صراحت ہے کہ زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ بھی ہے بلکہ تمام جانور کتے، بندر، خنازیر اور شراب کے برتن وغیرہ یہ سب کچھ بعینہ اللہ ہے۔ ہم اللہ سے ایسے واضح کفر اور صریح الحاد سے پناہ مانگتے ہیں۔“

ہم یہاں انہی فتاویٰ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس عقیدے کی نشاۃ کی وجہ یا تو یہ ہے کہ بعض یہود و نصاریٰ ظاہراً اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن غرض فساد پھیلانا تھا انہوں نے مسلمانوں میں باطل نظریات کو پھیلایا۔ اور یا یہ وجہ ہے کہ ان صوفیوں نے قرآن اور سنت کو پس پشت ڈال دیا اور قرآن و سنت و عقل صحیح سے ثابت ایک ہزار سے زائد دلائل کو بھول گئے جن میں صراحت ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور تمام مخلوق سے جدا ہے اور اس کے مقابلہ میں ابن عربی جیسے کافر سے متاثر ہو گئے۔ تو (کتاب و سنت سے اعراض کی بدولت) اللہ نے ان سے ایمان چھین لیا اور

وحدة الوجود و توحید و جود جیسے کفر یہ عقائد میں ملوث ہو گئے۔ کیونکہ جو بھی ہدایت قرآن و سنت کے علاوہ کسی اور چیز میں طلب کرے گا وہ ضرور گمراہ ہوگا۔

لہذا جو بھی اللہ کی فوقیت کا انکار کرے گا یا تو عقیدہ حلول کا معتقد ہوگا یا پھر وحدة الوجود اور توحید و جود کا معتقد ہوگا۔ نسأل اللہ السلامة

(۱۰) **دسویں بات:** ابن عربی، ابن الفارض، ابن سبعین اور ان کے اتباع کا عقیدہ کفر یہ ہے اور یہ سب اسلام سے خارج ہیں۔ پس جو بھی ان کی طرح اعتقاد رکھے وہ بھی کافر ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

یہاں چند علماء حق کے فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں۔

۱: امام ذہبی کا قول گزر چکا ہے۔ فان كان لا كفر فيه فمافى الدنيا كفر۔ یعنی اگر اس میں کفر نہیں تو پھر دنیا میں کہیں بھی کفر نہیں۔

۲: امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں (ابن عربی کے بارے میں) شیخ سوء کذاب يقول بقدوم العالم ولا يحرم فرجاً

”وہ بدترین اور کذاب شیخ ہے۔ عالم (کائنات) کے قدیم ہونے کا معتقد ہے اور کسی شرمگاہ کو حرام نہیں سمجھتا ہے۔“ ①

۳: امام ابن حیان فرماتے ہیں: ”بالغ ابن المقرئ فى الروضة فحكم بكفر من شك فى كفر طائفة ابن عربى۔“ (كتاب شذرات)

”ابن المقرئ نے اپنی کتاب الروضة میں فرمایا: ”جو ابن عربی اور اس کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

۴: ملا علی قاری نے امام ابن دقیق العید اور امام عزالدین بن عبدالسلام کے اقوال نقل کیے کہ ابن عربی جھوٹا اور عالم (کائنات) کے قدیم ہونے کا قائل ہے۔ ②

① سیر اعلام النبلاء ۴۸/۲۳

② الرد على الفالین بوحدة الوجود.

۵: امام ابو زرعتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا شک فی اشتمال الفصوص المشہورۃ علی الکفر الصریح الذی لایشک فیہ.“
 ”اس میں کوئی شک نہیں کہ فصوص الحکم کفر صریح پر مشتمل ہے۔“
 ۶: امام ابن حیان فرماتے ہیں:

((و من ذهب من ملاحظتهم الى القول بالاتحاد والوحدة كالـ
 لحلاج و ابن عربی و ابن الفارض و ابن سبعین و العفیف
 التلمسانی و تلامیذہم و کل من رضی بمذہبہم ان
 من اعتقد احقیة عقیدة ابن عربی کافر بالاجماع بلا نزاع.))
 ”اور جو ملحدین وحدۃ الوجود کے قول کی طرف گئے ہیں مثلاً حلاج، ابن عربی،
 ابن فارض، ابن سبعین، عفیف تلمسانی اور ان کے تلامذہ اور ہر وہ شخص جو ان
 کے مذہب سے راضی ہے..... اور ابن عربی کا عقیدہ حق گردانتا ہے وہ بالاجماع
 کافر ہے۔“^۱

۷: مفسر الوسی کے نواسے علامہ نعمان الوسی اپنی کتاب جلاء العینین ص ۸۶ میں لکھتے ہیں:
 ابن عربی کے بارے میں لوگ تین اقسام پر ہیں:

۱ پہلی قسم وہ لوگ ہیں جنہوں نے تصریح کی ہے کہا ابن عربی شریعت مخالف باتوں کی وجہ
 سے کافر ہے اور انہوں نے اس کے بارے میں مختصر اور طویل کتابیں لکھیں ہیں جیسے
 علامہ سخاوی کی کتاب اور علامہ سعد التفتازانی کی کتاب، محقق ملا علی القاری کی کتاب
 اور بعض نے مستقل کتابیں نہیں لکھیں لیکن اپنی کتابوں کے ضمن میں اس کا ذکر کیا جیسا
 حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں: و حط علیہ و نسب الی سوء
 الاعتقاد پھر ملا علی القاری، ابن دقین العید، عز الدین اور ابو زرعتہ ابن العراقی: علامہ
 ابو زرعتہ نے مزید کہا: لا شک فی اشتمال الفصوص المشہورۃ علی

الكفر الصريح الذى لا يشك فيه كذا لك فتوحاته المكية فان صح صدور ذلك عنه واستمر عليه الى وفاته فهو كافر مخلد فى النار (بلا شك۔)

یعنی ”اگر وفات تک وہ اسی عقیدہ پر مرا تو وہ کافر مخلد فی النار ہے۔ اور اسی بات کی تصریح شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی نے بھی کی ہے کہ ابن عربی کافر ہے۔“ اور یہی بات رضی الدین ابوبکر المعروف بابن الخياط اور قاضی شہاب الدین احمد اور بہت سے علماء نے کی ہے۔

پھر علامہ الوسی نے امام ابو حیان کی عبارت نقل کی ہے۔ (وہو فی تفسیرہ ۲۰۹/۴) جس میں ابن عربی اور اس کے اتباع کا نام لے لے کر تکفیر کی ہے پھر فرمایا ہے:

((انما سردت اسماء هؤلاء نصحاء الدين الله تعالى يعلم الله تعالى ذلك وشفقة على ضعفاء المسلمين وليحذروا منهم اشد من الفلاسفة الذين كذبوا الله ورسوله ويقولون بقدوم العالم وينكرون البعث وقد اوقع جهلة من ينتمى للتصوف بتعظيم هؤلاء وادعائهم انهم صفوة الله تعالى و اولياء .))

”اللہ تعالیٰ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے ترتیب کے ساتھ یہ نام محض اللہ کے دین کی خیر خواہی اور کمزور مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے ذکر کیے ہیں تاکہ مسلمان ان فلاسفہ سے زیادہ ان سے بچیں اور محتاط رہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولتے ہیں اور عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور جاہل لوگ جو اپنے آپ کو تصوف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ایسے لوگوں کی تعظیم کے دلدادہ ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے پسندیدہ لوگ ہیں۔“

(اور یہ بات امام ابو حیان نے آیت ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ﴾

الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ﴿﴾ کے تحت ذکر کی ہے۔)

۷: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((ثم اعلم ان من اعتقد حقيقه عقيدة ابن عربى فكافر بالاجماع من غير نزاع و انما الكلام فيما اذا اول كلامه بما يقتضى حسن مرآه وقد عرفت من تاويلات من تصدى لتحقيق هذا المقام انه ليس هناك ما يصح او يصلح عنه دفع الملام بقى من شك وتوهم ان هناك بعض التأويل الا انه عاجز عن ذلك القبيل فقد نص العلامة ابن المقرئ كما سبق ان من شك فى كفر اليهود و النصارى وطائفة ابن عربى فهو كافر وهو امر ظاهر و حكم باهر و اما من توقف فليس بمعذور فى امره بل توقفه سبب كفره .))

”پھر اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ جس کسی نے ابن عربی کے عقیدے کے درست ہونے کا عقیدہ رکھا تو ایسا آدمی بغیر کسی اختلاف کے بالاجماع کافر ہے۔ اختلاف اور کلام صرف اسی وقت ہے جب وہ اپنے کلام کی ایسی تاویل کرتا ہو جو اس کے مقصد کے اچھا ہونے کا تقاضا کرتی ہو..... علامہ ابن المقرئ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جس نے یہود و نصاریٰ اور ابن عربی کے طائفہ کے کفر میں شک کیا تو وہ کافر ہے، یہ ایک ظاہری معاملہ اور واضح حکم ہے۔ رہی بات اس شخص کی جس نے توقف کیا تو وہ اپنی اس بات میں معذور نہ ہوگا بلکہ اس کا توقف کرنا اس کے کفر کا سبب ہے۔“

((فقال فى آخر الرسالة: فالواجب على الحكام فى دار الاسلام ان يحرقوا من كان على هذه المعتقدات الفاسدة و التأويلات الكاسدة فانهم انجس ممن ادعى ان عليا هو الله

وقد احرقه على رضى الله عنه ويجب احراق كتبهم المؤلفة ويتعين على كل أحد ان يبين فساد شقاقهم فان سكوت العلماء واختلاف الآراء صار سببا لهذه الفتنة وسائر انواع البلاء فنسأل الله تعالى حسن الخاتمة اللاحقة المطابقة للسعادة السابقة آمين .))

”وہ (ابن المقرئ) رسالے کے آخر میں کہتے ہیں: دار الاسلام کے حکمرانوں پر واجب ہے کہ جو بھی یہ فاسد نظریات اور باطل تاویلات رکھتا ہو اس کو جلا دیں کیونکہ یہ ان لوگوں سے بھی زیادہ نجس ہیں جنہوں نے سیدنا علی کے الہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جلا دیا تھا۔ اسی طرح ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو بھی جلانا واجب ہے۔ اور ہر آدمی پر واجب ہے کہ وہ ان کی مخالفت کے فساد کو واضح کرے کیونکہ علماء کا سکوت اور آراء کا اختلاف بہت سے دیگر فتنوں کا سبب بن گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اچھے خاتمے کا سوال کرتے ہیں۔ آمین“

۸: اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بھی بہت کچھ اس موضوع میں لکھا ہے۔ جس کے کچھ حوالے گزر چکے ہیں۔

۹: ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ۱۳ / ۱۶۷ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فصوص الحکم میں کفریہ باتیں ہیں۔

علمائے امت کے فتاویٰ دیکھنے کے لیے بقاعی کی کتاب ”تنبیہ البغی الی تکفیر

ابن عربی“ دیکھئے ص ۱۳۷- تا ص ۱۶۷

۱۱: گیارہویں بات: یہ مہم مسئلہ ہے کہ جو شخص اختیاری حالت میں کلمہ کفر پر

تلفظ کرے یا اسے اپنی کتابوں میں لکھے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے تو وہ بلا شک و شبہ کافر ہے اور اس کی باتوں کی تاویل ناجائز ہے۔

تاویل تو اس شخص کے کلام میں کی جائے گی جس کی عصمتہ صریح اور واضح براہین شرعیہ سے ثابت ہو۔ رہا جس کے بارے میں کفر اور خطا کا احتمال ہو اس کے کلام میں تاویل جائز نہیں۔

یہاں ہم مذاہب اربعہ و غیر اربعہ کے چند علماء کی تصریحات نقل کر دیتے ہیں تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے۔

۱: امام الحرمین لکھتے ہیں:

((قال الاصوليون لو نطق بكلمة الردة وزعم انه اضمم توريه

كفر ظاهرا وباطناً.)) ①

”یعنی جو بھی کلمہ ارتداد منہ سے نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے دل میں تو یہ ہے

(یعنی دل میں کفر و ارتداد مرا د نہیں) یہ کافر ہوگا۔ ظاہر و باطناً۔“

۲: علامہ غزالی نے یہی بات نقل کر کے تائید کرتے ہوئے کہا ہے:

((لحصول التهاون منه.))

۳: علامہ علاء الدین علی بن اسماعیل القنوی فرماتے ہیں: ”ہم اس شخص کے کلام میں

تاویل کرتے ہیں جس کی عصمت (نصوص شرعیہ سے) ثابت ہو (جیسے انبیاء) تاکہ

اس کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے کیونکہ ان سے خطا (عقیدے کے باب میں)

نہیں ہوتی جس کی عصمت ثابت نہیں اور اس پر خطا، گناہ اور کفر میں واقع ہونا جائز ہو

تو ہم اس کی ظاہری کلام پر فیصلہ کریں گے۔ ولا یقبل منه ما اول

((کلامہ علیہ مما لا یحتملہ او مما یخالف الظاہر و هذا هو

الحق.)) ②

۴: غزالی نے مزید کہا: ((فی اول کتاب العلم من احیاء العلوم) ان الکلام

ان کان ظاهراً فی الکفر بالاتحاد فقتل واحد ممن یقول به افضل

من احياء عشرة انفس .))

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح الفقہ الاکبر میں (ص ۲۳۱) لکھتے ہیں:

((قلت فالعبارات الميمية للفارضية في قصيدته الخمرية و
كذا في اشعار اى فظيه والقاسمية كلمات كفرية لمن حملها
على المعانى الظاهرية كاهل الاتحادو الاباحة پھر لكها من
قال كلمة الكفر هاذلا كفر .))

یعنی ابن فارض نے جو قصیدہ میمئہ لکھا اس کو اگر ظاہری معانی پر حمل کریں تو وہ سب
کلمات کفریہ ہیں اور جو شخص کفر کا کلمہ مذاق میں بھی کہے تو وہ کافر ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن عربی کی کتابوں میں صراحتاً کفر موجود ہے جیسے العبد رب اور فرعون
کی نجات کا اعتقاد رکھنا اور جہنم کی آگ کو (نعیم) عیش کی جگہ کہنا جیسا کہ بقاعی نے نقل کی
ہیں۔ اور اس کی کتابیں کسی عبرانی یا سریانی زبان میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے بلکہ واضح عربی
زبان میں ہیں۔ لہذا ان میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب ہم ڈاکٹر اسرار کی طرف آتے ہیں۔ جو کہتا ہے کہ میں ابن عربی جیسا عقیدہ رکھتا
ہوں اور وحدۃ الوجود کو توحید و جودی کا نام دیتا ہے اور اللہ رب العالمین کی تشبیہ لکڑی میں لگی
ہوئی چنگاری کے ساتھ دیتا ہے اور سمندر کی امواج کے ساتھ بھی اللہ کی مثال بیان کرتا ہے۔ تو
ہم سب سے پہلے اسے نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین کی اس عظیم بے ادبی سے اللہ کی
طرف اعلانیہ توبہ کرے۔ اور اسے یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس فتنہ کو جگانے کی کوشش نہ کرے
جسے ماضی قریب میں اللہ نے علماء کی کوششوں کی وجہ سے بجھا دیا تھا اگر وہ پھر بھی مصر ہے تو
ہمارا یہی فتویٰ ہے (ولانحاف فی اللہ لومة لائم) کہ جو بھی عقیدہ وحدۃ الوجود کا حامل
ہو وہ کافر و مرتد ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور نہ ہی اسے
مسلمانوں کے مقبرے میں دفن کرنا جائز ہے اور اس کی بیوی پر طلاق سمجھی جائے گی اور اس
کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ناجائز ہے۔

یہی ہمارا عقیدہ ہے اور اللہ رب العالمین کے سامنے اسی عقیدہ کے ساتھ جائیں گے۔ ان شاء اللہ اگر عقیدہ وحدۃ الوجود کفر نہیں تو دنیا میں کفر ہے ہی نہیں۔

مزید یہ کہ ڈاکٹر اسرار اور بہت سے اسلام مخالف نظریات کا حامل ہے جیسے اقتصادیات میں مساوات کا قائل ہے اور خلافت کے حصول کا فریضہ اس کے نزدیک دھرنا دینا ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش و مثال نہیں۔

اسی طرح لوگوں سے اپنی تنظیم میں داخل ہونے کے لیے بیعت لینا حالانکہ بیعت غیر نبی کے لیے لینا بدعت ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے فتاویٰ الدین الخالص ج ۹ میں کی ہے۔ اسی طرح اکثر طور پر نظریہ ارتقاء کی باتیں بھی کرتا ہے جو کہ ڈارون کا نظریہ ہے۔

فلیحذر المسلمون من شره ولینصحوالأنفسهم

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد و علی الہ و صحبہ اجمعین

شق ثانی کے بارے میں:

ابن بطوطہ نے شیخ الاسلام کے بارے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل باطل اور بے اصل ہے۔ کیونکہ اولاً کسی کے عقیدہ کے بارے میں ہر انسان کی اپنی بات اور عبارت کا ہونا لازم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں تو شیخ الاسلام نے اس طرح کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو کافر کہا ہے۔ فرماتے ہیں:

((من قال نزولہ کنزولی او استواءہ کاستوائی۔ فہو

خبیث مبطل بل کافر۔)) ❶

مزید فرماتے ہیں:

((ونزول اللہ لیس مثل نزول احبسادالعباد۔)) (۴۷۸/۵)

مزید:

((لا یکیف نزول اللہ۔)) (۴۶۰/۵)

مزید لکھتے ہیں:

((القول فی النزول كالقول فی سائر الصفات)) (۱۹۵/۵)

کیا ان تصریحات کے باوجود جو کہ شیخ الاسلام کی اپنی تصریحات ہیں۔ ہم ابن بطوطہ کے قول کو تسلیم کریں گے۔ کلا و حاشا!

ثانیاً: جن لوگوں نے ان کا خطبہ اس وقت سنا اور اگر واقعی شیخ الاسلام نے یہ بات کہی تو کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی ان پر رد نہیں کیا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ثالثاً: شیخ الاسلام کے بیسیوں عظیم علماء تلامذہ ہیں ان میں سے کسی نے بھی شیخ الاسلام کا یہ عقیدہ نقل نہیں کیا بلکہ ان سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام صفات کو کسی تشبیہ و تمثیل کے بغیر مانتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اس مسئلہ کی تفصیل پانچویں اور چھٹی جلد میں کی ہے۔

رابعاً: ابن بطوطہ جب دمشق میں داخل ہوا تو یہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ کا سنہ تھا حالانکہ شیخ اس وقت جیل میں محبوس تھے اور جیل سے ان کی لاش ہی نکلی اور جیل میں ابن بطوطہ کے دمشق آنے سے ایک مہینہ قبل ۶ شعبان ۷۲۶ھ کو داخل ہوئے تھے۔

لہذا یہ بات یا تو ابن بطوطہ کی افتراءات میں سے ہے۔
اب ہم ان سے چند استفسارات کرتے ہیں۔

۱: رسول اللہ ﷺ نے دین کو پورا بیان کیا یا نہیں؟

اگر پورا بیان کیا ہے اور خاص طور پر عقیدہ کے باب میں تو کیا کبھی آپ نے اس شخص عقیدے کی طرف دعوت دی ہے؟

۲: کیا ممکن ہے کہ ایک عقیدہ جو نہ نبی علیہ السلام نے بیان کیا نہ سلف صالحین نے یہاں تک کہ ابن عربی جیسے دجال نے روم میں رہ کر یہود و نصاریٰ سے متاثر ہو کر اپنی طرف سے گھڑ کر ہم سے منوانے کی کوشش کی۔ کیا وہ صحیح ہو سکتا ہے؟

۳: تمام محدثین اور فقہاء اکرام نے اس عقیدہ سے اعراض کیوں کیا؟

۴: کیا تمام ادیان سے ممتاز دین اسلام میں بھی العیاذ باللہ عیسائیت کے عقیدہ تثلیث کی

طرح ایسی باتیں موجود ہیں جس کو دو تین فیصد لوگ ہی سمجھ سکیں؟ کلا و خاشا!
 ۵: کیا ہم ایسے شخص سے عقائد لیں گے جو بندہ اور اللہ کو ایک گردانتا ہے اور فرعون کے
 مومن ہونے کا قائل ہے؟

۶: کیا اسلام جیسے واضح دین میں بھی کبھی ایسا عقیدہ پایا جاسکتا ہے جس کو سمجھنے کے لیے
 عقل، فطرۃ اور کتاب و سنت کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہو اور اوہام کے تابع ہو کر ماننا
 پڑتا ہو؟

۷: صحابہ اور سلف صالحین اور امت کے تمام علماء کو حقائق سے بے خبر اور اہل ظواہر سے تعبیر
 کیا جائے کیا یہی تمہارا عقیدہ ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اس عقیدے کے کفر میں کسی مسلمان کو شک ہو ہی نہیں سکتا۔
 لیکن تعجب اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہ اپنے آپ کو علم کی طرف منسوب کرتے ہیں
 لیکن ان لوگوں کے کفر میں شک کرتے ہیں۔

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسُهُمْ بِمَا كَسَبُوا
 أَتَرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَكَ تَجَدُّ لَهُ
 سَبِيلًا﴾ (النساء: ۸۸)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحدة الوجود یا وحدة الشهود یا توحید وجودی کہو: جسے مولانا عبدالعزیز نورستانی کی مفصل تحریر کا
مطالعہ کیا، اسے فکر سلف صالحین و محدثین کا عین مطابق پایا، اس میں ان کی تائید و تصدیق
کرتا ہوں۔ اس بارے میں اگر کسی کو مفصل دلائل و دلائل مطلوب ہوں تو علامہ بدیع الدین شاہ رکن الدین
مکیؒ کی تائید و تصدیق خالص ہے جسے اردن کا علامہ مکیؒ نے فقط

۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء
شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ
جلال پور پیر والا ضلع ملتان



بسم اللہ الرحمن الرحیم
مفتی محمد رفیع اثری
بیاد اللہ رحمہ فیض امین
دارالحدیث محمدیہ
جلال پور پیر والا ضلع ملتان
۱۴۳۰ھ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله أما بعد:

وحدة الوجود یا وحدة الشهود یا توحید وجودی کے بارے میں مولانا عبدالعزیز نورستانی
حفظہ اللہ کی مفصل تحریر کا مطالعہ کیا، اسے فکر سلف صالحین و محدثین رحمہم اللہ کے عین مطابق پایا،
میں ان کی تائید و تصدیق کرتا ہوں۔ اس بارے میں اگر کسی کو مفصل دلائل مطلوب ہوں تو علامہ
بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”توحید خالص“ حصہ اول کا مطالعہ کریں۔ فقط
وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم
محمد رفیق اثریؒ

شیخ الحدیث، دارالحدیث محمدیہ، جلال پور پیر والا، ضلع ملتان

- ① شیخ محمد رفیق اثری حفظہ اللہ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت ۱۹۳۷ء میں ریاست پٹیالہ ہندوستان کے ایک گاؤں
میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے جلال پور پیر والا آ گئے۔ ۱۹۵۸ء میں دارالحدیث محمدیہ جلال پور سے سند
فراغت حاصل کی اور استاذ العلماء شیخ الحدیث سلطان محمود اور شیخ عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہم سے شرف تلمذ حاصل
کیا۔ ۱۹۵۶ء سے دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا میں شیخ الحدیث کے فرائض ادا کر رہے ہیں اور میدان تالیف میں
بھی آپ ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله أما بعد

وحدة الوجود کی بھول بھلیاں ہوں یا وحدۃ الشہود کی موشگافیاں ہوں، ان کا ٹھیکہ اسلام، جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا تھا، سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ ﷺ کے ارشادات یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرمودات میں ان اصطلاحات اور اس کی تفصیلات کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ایک مسلمان کے لئے ان اصطلاحات کی تعلیم و تفہیم قطعاً غیر ضروری ہے۔ بلکہ وحدۃ الوجود سے توحید اور شرک کی تفریق ختم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی اور ذکر و فکر کی سرشاریوں میں اگر بندہ مومن اس درجہ محو ہو جائے کہ ماسوا اللہ کے اس کے دل میں کوئی گنجائش نہ رہے تو یہ عبدیت کی معراج ہے۔ مگر اس سے ماسوا کے وجود کی نفی محض وجودیوں کے ذہن کی کرشمہ سازی ہے۔

سمندر اور اس کی لہروں سے وحدت الوجود پر استدلال جیسا کہ استفتاء میں ڈاکٹر اسرار صاحب کے حوالے سے نقل ہوا ہے، نیا نہیں بلکہ وجودیوں کی پرانی دلیل ہے۔ مگر اس میں بنیادی سقم یہ ہے کہ یہاں تعلق تو کل اور جز کا ہے، مگر وحدت الوجود کی فکر کیا اللہ تعالیٰ کے حصص اور اجزاء کی اجازت دیتی ہے؟ اور کیا یہ تصور اسلام ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس فکر کے تار و پود کو شیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ بہر حال وحدۃ الوجود کا تصور صوفیا کی اُچھ ہے اسلام کے بنیادی عقائد کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا نورستانی رحمہ اللہ نے اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب کے وساوس کا خوب ازالہ کیا ہے اور مسلک سلف کی ترجمانی کی ہے۔ جزاء اللہ احسن الجزاء۔

البتہ یہاں ایک بات کا اشارہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ کہ ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ کے حوالے سے وجودیوں کی بات دہراتے ہوئے ڈاکٹر اسرار صاحب کا کہنا کہ یہاں ”صفات کے اعتبار سے معیت مراد لینا تاویل ہے۔“ دراصل ”تاویل“ کے اطلاق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ائمہ محدثین ”اہل الاہواء“ کی تاویلات باطلہ کے بارے میں جب فرماتے

ہیں کہ یہ ”تاویل“ ہے تو اس سے مراد صحابہ کرام اور تابعین عظام کے برعکس محض رائے اور اپنے افکار باطلہ کی تائید میں بیان کی ہوئی ”تاویل“ مراد ہوتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر صحابہ کرام سے ”معیت علمی“ ثابت ہے جیسا کہ مولانا نورستانی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔ سلف کی اس تفسیر کے مقابلے میں ”معیت وجودی“ مراد لینا دراصل ”تاویل“ اور تفسیر بالرائے ہے جو بہر نوع غلط ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم

ارشاد الحق اثری
8/3 / 20/6

ارشاد الحق الاثری ۵

۸/۳/۲۰۱۰



۱ شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ معروف محقق اور صاحب طرز مصنف ہیں آپ شعبہ تحقیق و تصنیف ادارہ علوم اشریہ فیصل آباد کے مدیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مجلس افتاء کے نگران ہیں آپ نے عربی اور اردو میں بہت سے کتب لکھی ہیں۔

شیخ الحدیث عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ

کتاب و حکمت اور قرآن سنت سے ثابت ہے کہ عالم مخلوق و مربوب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق و رب ہے بس اسی سے عالم کے ذہنی صور، مرآتی عکوس و ظلال اور دیگر قسم کے ادھام و خیال ہونے کی نفی نکلتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ((کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ۔)) (صحیح بخاری) اس سے بھی مذکور بالا نظریہ کی نفی نکلتی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے مجموع الفتاویٰ جلد ۲ ص ۱۱۱ سے لیکر ص ۳۵۰ تک دو سو سے زائد صفحات میں اس عقیدہ پر خوب تبصرہ فرمایا ہے تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

باقی ”اللہ ایسے اترتا ہے جیسے میں اتر اہوں“ حافظ ابن تیمیہ پر بہتان ہے۔ ”سبحانک ہذا بہتان عظیم“ شک ہو تو حافظ صاحب موصوف کا رسالہ ”شرح حدیث النزول“ مطالعہ فرمائیں واللہ اعلم۔

(اُن کا ایک خط بنام منبر التوحید والنزۃ سے اقتباس)



ڈاکٹر اسرار احمد اور عقیدہ وحدت الوجود

الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ❶

الشیخ زبیر علی زئی ماہنامہ الحدیث میں فرماتے ہیں:

”ابن عربی (صوفی) کی طرف منسوب کتاب: فصوص الحکم میں لکھا ہوا ہے:
”فأنت عبد. وأنت رب“ پس تو بندہ ہے اور تو ہی رب ہے۔“ ❷

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا:

”میرے نزدیک اس کا اصل حل وہ ہے جو شیخ ابن عربی نے دیا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقت و ماہیت وجود کے اعتبار سے خالق و مخلوق کا وجود ایک ہے کائنات میں وہی وجود بسیط سرایت کیے ہوئے ہے، لیکن جہاں تعین ہو گیا تو وہ پھر غیر ہے اس کا عین نہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ یہ کائنات کا وجود ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا وجود کا عین اور دوسرے اعتبار سے اس کا غیر ہے۔ یہ ابن

❶ محقق دوران حافظ زبیر علی زئی ۲۵ جون ۱۹۵۷ کو حضور ضلع انک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حاجی مجدد خان اپنے علاقے کی معروف مذہبی و سماجی شخصیت تھے۔ شیخ صاحب نے ۱۹۸۳ میں ایم اے (اسلامیات) پاس کیا۔ ۱۹۹۰ میں جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے سند فراغت حاصل کی۔ اور فاق المدارس السلفیہ فیصل آباد کا امتحان بھی پاس کیا۔ ۱۹۹۴ میں ایم اے (عربی) پاس کیا۔ آپ نے بدیع الدین شاہ راشدی، عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور حافظ عبدالمنان نور پوری سے شرف تلمیذ حاصل کیا۔ عربی اور اردو کے موثر رسائل و جرائد میں آپ کے بے شمار تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں اور آپ کا ایک نمایاں کارنامہ ماہانہ مجلہ ”الحدیث“ کا اجراء ہے۔

عربی کا فلسفہ ہے۔ اور ابن عربی ہمارے دینی حلقوں کی سب سے زیادہ متنازعہ فیہ (Controvercial) شخصیت ہیں۔ ان کی حمایت اور مخالف دونوں انتہا کو پہنچی ہیں۔ ہمارے صوفیاء کی عظیم اکثریت انہیں شیخ اکبر کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی کتابیں ”فصوص الحکم“ اور ”فتوحات مکیہ“ تصوف کی بہت اہم کتابیں ہیں۔ دوسری طرف اختلاف بھی اتنا شدید ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے ان کو ملحد و زندیق قرار دیا ہے اور جو بھی شرعی گالی ہو سکتی تھی ان کو دی ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اگر شیخ اکبر کی کسی بات کی تائید کر رہا ہوں تو وہ ان کا صرف یہ نظریہ ہے باقی میں نے نہ فصوص الحکم کا مطالعہ کیا ہے نہ فتوحات مکیہ کا۔“^①

معلوم ہوا کہ جس طرح ابن عربی وحدت الوجود کا قائل تھا، ڈاکٹر اسرار احمد کا بھی بعینہ وہی عقیدہ ہے۔ (الحديث، شمارہ نمبر: ۷۴)

تنبیہ: وحدت الوجود کا عقیدہ باطل ہے۔^②



① أم المسبحات یعنی سورة الحديد کی مختصر تشریح ص ۸۸۔

② دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۲ ص ۴۶۰-۴۷۲۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله أما بعد:
وحدة الوجود، وحدة الشهود یا توحید وجودی کے بارہ میں مولانا عبدالعزیز نورستانی رحمہ اللہ
اور مولانا عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ کی تحریروں کا مفصل مطالعہ کیا۔ انہیں سلف صالحین اور محدثین
کی فکر کے مطابق پایا۔ ہمیں لوگوں کو دعوت توحید کے لئے انبیاء علیہم السلام اور سلف کے منہج کو ہی
اختیار کرنا چاہئے۔ اور یہ نئی نئی اصطلاحات جن میں تلپیس، تدلیس اور تعقیر ہو ان سے
اجتناب کرنا چاہئے۔

والله تعالى هو الموافق للصواب
وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم

محمد حنیف

۱۴۳۱/۳/۲۰

حافظ محمد شریف

۱۴۳۱/۳/۲۰



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلاة والسلام على من لا نبي بعده:

۹۰ کی دھائی کی بات ہے ملتان کے کچھ منہج سلف صالحین سے وابستہ ہمارے دوست ڈاکٹر اسرار صاحب کی قرآنی، دینی اور تفسیری خدمات کی وجہ سے ان سے متاثر تھے اتفاقاً ڈاکٹر صاحب ملتان تشریف لائے، مسلم گراؤنڈ میں خطبہ جمعہ پڑھایا بعد میں ہم نے بھی ان ”متاثرین“ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی۔ میں نے بذات خود استفسار کیا کہ ”عقیدہ وحدۃ الوجود“ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمانے لگے یہ ”عقیدہ بڑے بڑے صوفیاء کا ہے اور صحیح ہے۔“ اس موقع پر دلائل کے اعتبار سے کچھ بحث بھی ہوئی جسے ان کے حواریوں نے ان کی گستاخی سمجھا۔ لیکن اب وہ ”متاثرین“ الحمد للہ ان کی شخصیت کے سحر سے نکل کر صرف کتاب وسنت سے دامن وابستہ کئے ہوئے ہیں۔

اس عقیدہ کو وہ صحیح سمجھتے تھے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، حالانکہ اس عقیدہ کا باطل اور کفریہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ دلائل شرعیہ نقلیہ سے ہٹ کر بھی عقلی دلائل بکثرت موجود ہیں جن سے یہ شخص عقیدہ کفریہ قرار پاتا ہے۔ ایسے عقیدہ کے حامل شخص (جو بھی ہو) کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

محترم ڈاکٹر سید شفیق الرحمن صاحب حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے احقاق حق اور اس کے اظہار کے لئے یہ محنت کی اور علمائے کرام کے فتاویٰ کو بھی جمع کیا ہے۔ اس مسئلہ کی بالتفصیل وضاحت ”التوحید الخالص“ اور فتاویٰ ابن تیمیہ میں موجود ہے۔

اخوکم فی اللہ

عبد الرحمن شاہین

۱۴ شوال ۱۴۳۱ھ

عبد الرحمن شاہین صاحب ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شیخ صاحب کے اساتذہ میں ہے شیخ محمد کوخلدوی، شیخ سید بدیع الدین راشدی، شیخ الحدیث سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہم اور شیخ رفیع الاثری حفظہ اللہ شامل ہیں۔ شیخ صاحب اب الجامعہ الاسلامیہ ملتان کے رئیس العام ہیں۔

نظریہ وحدت الوجود اور ڈاکٹر اسرار احمد

حافظ محمد زبیر

حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ نے نظریہ وحدت الوجود اور ڈاکٹر اسرار احمد نامی تحریر شائع فرمائی۔ اس کی اشاعت کا مقصد یوں بیان فرمایا:

”اس مختصر تحریر کا مقصد نہ تو شیخ ابن عربی کے موقف کی حمایت ہے اور نہ ہی ڈاکٹر اسرار احمد کے تکتہ نظر کا دفاع۔ اس تحریر کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ جس نے بھی کتاب وسنت کی روشنی میں ڈاکٹر اسرار احمد کے موقف پر نقد کرنی ہو وہ پہلے ان کے موقف کو اچھی طرح سمجھے اور پھر نقد کرے.....“

ڈاکٹر اسرار کے نظریہ وحدت الوجود اور ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود میں بنیادی اور جوہری فرق حافظ محمد زبیر صاحب یوں بیاں کرتے ہیں:

ابن عربی کا موقف:

محققین اہل علم کے مطابق وحدت الوجود کا نقطہ نظر سب سے پہلے ابن عربی (متوفی ۵۳۸ھ) نے ایک جامع فکر کی صورت میں پیش کیا..... ذیل میں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ممکن حد تک آسان الفاظ میں اس نظریہ کا ایک خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

فلسفہ اور فلاسفہ کا شروع ہی سے ایک بنیادی ذہنی خلجان یہ رہا ہے کہ ربط الحادث بالقدم کے مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے؟..... جبکہ شیخ ابن عربی نے اس ربط کو اپنے نظریہ وحدت الوجود کے ذریعے حل کیا ہے جس کی بنیادیں انہوں نے فرقہ باطنیہ سے حاصل کیں، جبکہ فرقہ باطنیہ نے یہ افکار یونانی فلسفے سے حاصل کیے تھے۔ شیخ ابن عربی نے قدیم سے حادث تک کے سفر کو تنزلاتِ ستہ کے ذریعے بیان کیا ہے..... شیخ ابن عربی کے تنزلات کو جاننے سے پہلے یہ مقدمہ جانتا ضروری ہے کہ

شیخ کے نزدیک ذات اور صفات الگ شے نہیں بلکہ اُسماء و صفات باری تعالیٰ بھی عین ذات ہی ہیں۔
 شیخ ابن عربی کے نزدیک ذات الہی سے پہلا تنزل 'حقیقت محمدیہ' میں ہوا ہے اور یہ
 تنزل اللہ تعالیٰ کی صفت علم میں ہوا۔ دوسرا تنزل ان کے نزدیک 'حقیقت محمدیہ' سے 'اعیانِ
 ثابتہ' میں ہوا ہے۔ اور تیسرا تنزل 'اعیانِ ثابتہ' سے 'روح' میں ہوا ہے۔ چوتھا تنزل 'روح' سے
 'مثال' میں اور پانچواں 'مثال' سے 'جسم' میں اور چھٹا 'جسم' سے 'انسان' میں ہوا ہے..... ابن
 عربی کے اس فلسفہ کو اب ایک سادہ سی مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں، مثلاً جب کوئی بوہٹی کسی
 میز کو بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں پہلے میز کا ایک اجمالی تصور آتا ہے اور اس
 کے بعد اب اس میز کا تفصیلی تصور آتا ہے۔ یعنی پہلے اس کے ذہن، خیال یا تصور میں یہ بات
 آئے گی کہ اس نے میز بنانی ہے۔ اس کے بعد اگلے مرحلہ میں اس کے ذہن، تصور میں یہ
 بات آئے گی کہ اس نے کیسی میز بنانی ہے۔ یعنی اس میز کے دراز ہوں گے یا نہیں؟ اس میز
 میں نیچے پاؤں رکھنے کی جگہ ہوگی یا نہیں؟ اس میز کی لمبائی، چوڑائی کتنی ہوگی؟ وغیرہ ذلک۔

شیخ ابن عربی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو بنانے کا ارادہ کیا تو اس کا ایک
 اجمالی تصور کیا اور یہ اجمالی تصور ان کے ہاں 'حقیقت محمدیہ' کہلایا..... 'حقیقت محمدیہ' کو صوفیاء
 کے ہاں 'مرتبہ وحدت' اور 'موجود اجمالی' اور 'حقیقۃ الحقائق' اور 'عقلِ اول' اور 'عالم صفات' اور
 'ظہورِ اول' اور 'عالم رموز' اور 'اُمّ الفیض' وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔۔۔ ابن عربی کے
 نزدیک اس اجمالی تصور اور خیال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا کرنے والی مخلوق کا تفصیلی
 تصور اور خیال کیا اور اس مقام کا نام شیخ ابن عربی کے ہاں 'اعیانِ ثابتہ' ہے۔ اس مرتبے
 صوفیاء کے ہاں 'مرتبہ واحدیت' اور 'قابلیتِ ظہور' اور 'وجودِ فائض' اور 'ظلِ ممدود' وغیرہ جیسی
 اصطلاحات سے تعبیر کیا جاتا ہے..... ان تین مراتب یعنی 'ذاتِ الہی'، 'حقیقت محمدیہ' [پیدا
 ہونے والی مخلوق کا اللہ کے علم میں اجمالی تصور] اور اعیانِ ثابتہ [پیدا ہونے والی مخلوق کا اللہ
 کے علم میں تفصیلی تصور] کو شیخ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود میں 'مراتبِ الہیہ' کہتے ہیں،
 کیونکہ تنزلِ اول و ثانی کی صورت میں اللہ کا اجمالی علم ہو یا تفصیلی علم وہ اللہ کی صفت ہے اور

اللہ کی صفات عین ذات ہیں، پس یہ تینوں اللہ کی ذات ہی کے مراتب ہیں۔ شیخ ابن عربی کا فلسفہ وحدت الوجود کا مرکزی خیال یہاں ختم ہو جاتا ہے۔

اعیان ثابتہ کے بارے میں شیخ ابن عربی کا یہ نقطہ نظر نہایت اہم ہے کہ ”الاعیان ماشمت رائحة الوجود الخارجی“ یعنی اعیان ثابتہ نے خارج میں وجود کی بو بھی نہیں چکھی۔ یعنی اللہ کے علم میں اعیان ثابتہ کے مطابق خارج میں کوئی مخلوق وجود میں نہیں آئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اعیان ثابتہ [یعنی اللہ کے علم میں پیدا ہونے والی اشیاء کے ہیولوں] کے مطابق خارج میں کوئی شے وجود میں نہیں آئی تو بقیہ چار تنزلات کا کیا معنی و مفہوم ہے؟ تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے تنزل کے بارے میں شیخ ابن عربی کا کہنا یہ ہے کہ یہ درحقیقت اعیان ثابتہ کا عکس اور سایہ ہیں۔ یعنی چوتھے سے چھٹے تنزل تک تنزل اعیان ثابتہ کے عکس و ظلال میں ہوا ہے، لیکن یہ عکس و ظلال شیخ کے نزدیک اعیان ثابتہ کا عین بھی ہیں، اس کو سادہ سی مثال سے یوں سمجھیں کہ جب ہم آئینہ سورج کے سامنے رکھیں تو ہمیں آئینے میں سورج کا عکس نظر آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آئینے میں موجود سورج کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے بلکہ وہ محض آسمان والے سورج کا عکس ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آئینے میں جو ہمیں سورج نظر آ رہا ہے وہ وہی سورج ہے جو آسمان میں ہے، کیونکہ اسی آسمان والے سورج کی شعاع نے آئینے سے ٹکرا کر اس کا عکس پیدا کیا ہے۔ لہذا آئینے والے سورج کو آسمان والے سورج سے تعبیر کرنا صحیح ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ آئینے میں جو سورج نظر آ رہا ہے، یہ وہ آسمان والا سورج ہے تو اس کا یہ کہنا درست ہوگا..... لیکن شیخ ابن عربی اس عکس کو عین مطابق نہیں بلکہ عین کہتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے صفات کو ذات کا عین قرار دیا ہے..... درحقیقت اعیان ثابتہ یعنی اللہ کے علم یا تصور یا خیال سے باہر کسی شے کا خارجی وجود نہیں ہے۔ اگر خارجی وجود ہے تو اعیان ثابتہ کے عکس و ظلال کا ہے اور انہی عکس و ظلال میں وہ تنزلات کے چار مراحل بیان کرتے ہیں..... شیخ ابن عربی کے بیان کردہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں تنزل کو ’مراتب کونیہ‘ کا نام دیا جاتا ہے اور انہیں ’مراتب امکانیہ‘ بھی کہتے

ہیں یعنی ان مراتب کی اشیاء کے وجود کا اگرچہ خارج میں امکان ہے لیکن خارج میں ان اشیاء کا وجود نہیں ہے۔ پس ابن عربی کے نقطہ نظر کے مطابق یہ کائنات اور اس میں موجود ہر شے در حقیقت اللہ کا خیال اور تصور ہے اور اس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ پس خارج میں سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی اور وجود نہیں ہے اور اسی کو صوفیاء وحدت الوجود کہتے ہیں.....

ڈاکٹر اسرار احمد کا موقف:

ڈاکٹر اسرار احمد کے ہاں جب قدیم اور حادث کے باہمی ربط کا سوال پیدا ہوا تو انہوں نے اس مسئلے کا جو حل پیش فرمایا تو اس کی اصل بنیاد عقیدہ کی بجائے فلسفہ و علم سائنس ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ربط الحادث بالقدیم کے ذیل میں وحدت الوجود کا جو نکتہ نظر ڈاکٹر صاحب پیش کرتے ہیں وہ ان سے پہلے اس صورت میں کسی نے پیش نہیں کیا..... شیخ ابن عربی کے ہاں تنزلات کا سلسلہ اللہ کی صفت علم میں ہوا ہے اور چونکہ صفت علم ذات سے علیحدہ کوئی شے نہیں لہذا تنزل در حقیقت ذات میں ہی تمایز علمی کی صورت میں ہوا ہے، جبکہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ہاں تنزلات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام میں ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا 'کن' کہا..... ڈاکٹر اسرار احمد یہاں قدیم اور حادث کے ربط کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مخلوق پیدا کرنی چاہی تو کلمہ 'کن' سے مخلوق پیدا نہیں ہوئی بلکہ کلمہ 'کن' نے ہی اس مخلوق کی صورت اختیار کر لی جس کو اللہ نے پیدا کرنا چاہا تھا۔ گویا اللہ کی صفت یعنی کلام نے اولین مخلوق کی صورت اختیار کر لی اور یہ اولین مخلوق ایک نور بسیط تھا اس نور بسیط سے بعد ازاں ملائکہ اور ارواح انسانیہ پیدا ہوئے ہیں۔ یہ تنزل کا پہلا مرحلہ تھا..... ملائکہ اور ارواح انسانیہ جس عالم میں ہوئی ہے اسے ڈاکٹر صاحب 'عالم امریاء' 'عالم نور' کا نام دیتے ہیں اور اسے زمان و مکان سے ماوراء قرار دیتے ہیں.....

تنزل کے دوسرے مرحلہ میں ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور کلمہ 'کن' کہا جس سے اس نور بسیط کا ایک حصہ نار یعنی آگ میں تبدیل ہو گیا جسے ہم آگ کا ایک بڑا گولہ کہہ سکتے ہیں، اور اس بڑے آگ کی گولے کی پیدائش کو ڈاکٹر صاحب زمان و مکان کی

پیدائش کا نقطہ آغاز قرار دیتے ہیں۔ ان کے موقف کے مطابق اس آتشیں گولے سے جنات پیدا کئے گئے..... ڈاکٹر صاحب دوسرے تنزل میں پیدا شدہ مخلوق کے عالم کو 'عالم خلق' کا نام دیتے ہیں اور اس عالم کی اشیاء میں ان کے ہاں زمان و مکان کی محدودیت کا تصور موجود ہے..... تنزلات کے تیسرے مرحلہ میں ڈاکٹر اسرار احمد کے ہاں اس آتشیں گولے سے علیحدہ ہونے والے آتشیں کرے ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کروں میں سے ایک ہماری زمین بھی ہے۔ جب اس زمین کے کرے کی گرمی اوپر کو نکلتی ہے تو اس گرمی نے بخارات کی صورت اختیار کرتے ہوئے بادلوں کی صورت اختیار کر لی اور موسلا دھار بارشیں شروع ہو گئیں۔ ان بارشوں کے پانی اور زمین کی مٹی کے امتزاج سے حکم الہی کے سبب زمین پر حیات کا آغاز ہوا۔ جمادات سے نباتات اور نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے حیوان آدم اور حیوان آدم میں روح کے پھونکے جانے سے پہلا انسان پیدا ہوا (انتہی)

تبصرہ:

حافظ محمد زبیر نے اپنی تحریر ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کو بیان کرنے کے لیے جو مثال دی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

اس کی بہترین تعبیر مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ”الدین القیم“ میں کی ہے: ”خالق اور مخلوق میں نسبت کو یوں سمجھئے کہ کسی شے کا تصور اپنے ذہن میں قائم کیجئے۔ فرض کیجئے آپ نے تاج محل دیکھا ہے۔ اب آپ تاج محل کا تصور اپنے ذہن میں لائیے۔ آپ کے ذہن میں یہ تصور آپ کی توجہ حلقہ تک پہنچنے کی توجہ مذکور رہے گی۔ یہ تصور ذہن میں رہے گا۔ جیسے ہی توجہ ہٹے گی اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔ وہ ختم ہو جائے گا۔ یہ جو آپ کی ذہنی تخلیق ہے آپ ہی اس کے نیچے بھی ہیں، اوپر بھی، اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ اس کا اپنا تو کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ وجود تو درحقیقت آپ کا ہے۔ یہ آپ کا ایک تصور ہے جو آپ نے اپنے ذہن کے اندر تخلیق کیا ہے۔ بالکل یہی تعلق ہے اس کائنات اور خالق کا۔ یہ

کائنات کوئی علیحدہ شے نہیں ہے گویا اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔“
 یہی مثال ڈاکٹر اسرار صاحب مناظر احسن گیلانی کے حوالے سے اپنے عقیدے کی تائید
 میں لائے ہیں۔ دیکھیے شرح سورہ حدید، صفحہ ۵۲۔

معلوم ہوا ڈاکٹر صاحب ابن عربی سے نتیجہ کے اعتبار سے کچھ مختلف نہیں ہیں۔
 ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ابن عربی کے حوالہ سے عقیدہ وحدۃ الوجود کی وضاحت کرتے
 ہوئے جو کچھ بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

”توحید وجودی کی ایک دوسری تعبیر بھی ہے جو ابن عربی کی ہے۔ اور یہ بہت
 زیادہ دقیق تعبیر ہے، اس لیے کہ Pantheism اور ابن عربی کے نظریہ وحدت
 الوجود میں بہت باریک سافرق ہے جسے عام انسان کے لیے ملحوظ رکھنا آسان
 نہیں ہے۔ ابن عربی کا نظریہ یہ ہے کہ خالق اور کائنات کا وجود تو ایک ہی ہے،
 ماہیت کے اعتبار سے کائنات عین وجود باری ہے، لیکن جہاں تعین ہو جاتا ہے
 وہاں وہ غیر ہو جاتا ہے۔ جیسے سائنس آج ہمیں بتاتی ہے کہ تمام اجسام Atoms
 کے بنے ہوئے ہیں۔ Atoms سے مالیکیول بنے ہیں اور اسے مختلف چیزیں
 وجود میں آئی ہیں۔ ایٹم کی مزید تقسیم کریں تو Electrons اور Protons ہیں،
 پھر اس سے بھی چھوٹے Photons ہیں۔ اور حقیقت میں تو کچھ ہے ہی نہیں،
 صرف Electric Currents ہیں۔ انہی Electric Currents نے جو
 خاص شکل اختیار کی تو وہ شے وجود میں آگئی۔ آپ کو یہ ہال خالی نظر آ رہا ہے مگر
 یہ خالی تو نہیں ہے، اس میں ہوا ہے، جو ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مخلوبہ ہے اور
 اس کے اندر وہ سارے ایٹم لطیف صورت میں موجود ہیں۔ مختلف اشیاء میں
 مختلف Formations میں ایٹم موجود ہیں۔ چنانچہ ماہیت کے اعتبار سے اس
 گھڑی اور عینک میں کوئی فرق نہیں، یہ انہی ایٹموں کی مختلف تراکیب ہیں۔ لیکن
 جب ایک خاص فارمولے کے تحت Conglomeration of Atoms نے

یہ شکل اختیار کی تو یہ ایک دوسرے کا غیر ہیں۔ لہذا جہاں کسی وجود یا کسی ہستی کا تعین آ گیا وہ ذات باری تعالیٰ کا غیر ہے، اس کا جزو نہیں ہے، لیکن ماہیت وجود مشترک ہے۔ کل کائنات کے اندر وجود ایک ہی ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ اس کو کہا گیا ہے ”وحدت الوجود“ یعنی وجود کا ایک ہونا۔^①

شیخ ابو عمر عبدالعزیز النورستانی ریس الجامعۃ الاشریۃ چمکنی پشاور محترم حافظ زبیر صاحب کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ڈاکٹر صاحب جب متکلمین کے اس غیر شرعی متفقہ فیصلہ جو (لا عین ولا غیر ہے) کو بسوچم تسلیم کرتے ہیں اور اس کا منطقی نتیجہ نکالتے ہیں کہ (یہ کائنات نہ اللہ کا عین ہے اور نہ اللہ کا غیر ہے۔ یعنی) (من وجہ عین ومن وجہ آخر غیر) ایک اعتبار سے یہ (کائنات) عین ہیں اور ایک اعتبار سے غیر ہیں ماہیت وجود میں اتحاد ہے لیکن اور جہاں بھی تعین ہوگا اور مختلف چیزوں کا وجود مان لیا جائے گا تو وہ (کائنات) اللہ کا غیر ہے۔“^②

اس کا مطلب ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ ہوا کہ ماہیت وجود میں اللہ اور کائنات میں اتحاد ہے یعنی اللہ اور کائنات ایک ہیں اور وجود خارجی میں الگ الگ ہیں۔ اب یہ نکتہ جو ڈاکٹر صاحب پیش کرتے ہیں قرآن کی کس آیت کی بنا پر؟ یا کس حدیث کی بنا پر؟ نیز ڈاکٹر صاحب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

”کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ محض وہم یا خیال ہے یہ آئینوں میں نظر آنے والے عکس ہیں یا سائے ہیں حقیقت میں تو صرف ذات باری تعالیٰ کا وجود ہے اور کوئی شے حقیقتاً موجود نہیں ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے۔“^③

اس واضح بیان اور اقرار کے ساتھ کائنات کا وجود ماننا تناقض کے علاوہ اور کچھ نہیں

① سورة الحديد کی شرح، ص ۵۴۔ ② ام المسبحات، ص: ۹۴۔

③ ام المسبحات، ص ۸۷ و نظریہ وحدت الوجود اور ڈاکٹر اسرار احمد، ص: ۹۔

کیونکہ جب یوں کہہ کر کہ: کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ محض خیال ہے..... ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے، کائنات کے وجود کی نفی کی پھر لیکن کیساتھ اثبات کر رہے ہیں یہ تناقض نہیں تو اور کیا ہے کائنات میں خود ڈاکٹر صاحب بھی تھے گویا کہ ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ میرا وجود محض خیال و وہم ہے میں ہر چند کہوں کہ ہوں نہیں ہوں اس واضح امر میں ڈاکٹر صاحب کے موقف سمجھنے نہ سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو عقیدہ ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا ہے بعینہ تلمسانی کا عقیدہ ہے۔ خلیل ہر اس جرح فرماتے ہیں:

((ذهب التلمسانی الى ان الوجود كله شيء واحد في نفسه لا تتكثر ولا تعدد فيه اصلا وهذه الكثرة التي نراها بأعيننا او نتخيلها في نفوسنا لا حقيقة لها بل هي اغلاط الحس الذي قد يرى الشيء الواحد كثيرا والوهم الذي قد يتخيل الصورة الواحدة صوراً متعددة وذلك الغلط في الحس والوهم من طبيعة الانسان.)) ❶

اس کھلی حقیقت کے باوجود پھر ابن عربی اور ڈاکٹر صاحب کے نظریہ میں جو ہری فرق بیان کرنا یا دونوں کے نظریہ وحدت الوجود کے لئے سات یا ستر نکتہ ہائے فرق بیان کرنا صرف ضیاع وقت کے علاوہ اور کچھ نہیں کیوں کہ وحدت الوجود کے قائلین خواہ وہ اللہ کی ذات سے تزللات ثابت کریں یا اللہ تعالیٰ کے جمیع صفات میں سے صرف صفت کلام سے تنزل ثابت کریں جتنی بھی ان کی عبارات مختلف ہوں اور جتنے بھی ان کے ظاہر کلام الگ الگ ہوں انکا مقصد ان کے کلام کا حاصل ایک ہی ہے وہ یہ کہ ”حقیقت میں تو صرف باری تعالیٰ کا وجود ہے اور کوئی شے حقیقتاً موجود نہیں ہے ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے۔“

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم



سُرِّدِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کی وفات کے بعد ان کی تحریر کا رد اس لیے شائع کیا جا رہا ہے کہ تنظیم اسلامی نے ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریہ وحدۃ الوجود کو اپنے نصاب میں شامل کر رکھا ہے۔ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی نے مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب حصہ ششم شائع کیا ہے جس میں وحدۃ الوجود کے شرکیہ عقیدہ کا کھل کر اظہار ہے علاوہ ازیں مکتبہ خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی سورۃ الحدید کی تفسیر کی آڈیو، ویڈیو، سی ڈی، کیسٹ اور کتاب کی تشہیر کر رہا ہے۔ جس میں وحدۃ الوجود کا کفریہ عقیدہ موجود ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی محبت و تعظیم کئی ایک کو اس عقیدہ کو شرک قرار دینے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر وہ اسے شرک مان بھی لیتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر صاحب کا فلسفہ ہے عقیدہ نہیں۔ تنظیم اسلامی اور خدام القرآن کی طرف سے اس نظریہ کی تشہیر کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس نظریہ کا احسن انداز میں رد کیا جائے تاکہ ابن عربی اور ان سے متاثر قائلین وحدۃ الوجود کی تحریرات اتنی بدنام ہو جائیں کہ کسی سلیم الفطرت کا ان کتب سے متاثر ہو کر گمراہ ہونے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے۔

دعا گو : ڈاکٹر سید شفیق الرحمن

ڈسٹری بیوٹر

مسجد توحید عقب سوڈیوال کوارٹرز ملتان روڈ لاہور

الحرم پبلیکیشنز

B-3 افراسفر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔

042-37241053, 0300/0322-4814274

ہم سلفک والیہ منبع اہل سنت کا داعی

مَنْبِیُّ التَّوْحِيدِ وَالسُّنَنِ

40-A نورانی کالونی، بہاولپور، فون: 0344-4762077

www.eemanway.org